

محدث

وَرَكِبْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ الْمَكِينِ

فَبَدَأَ بِذِكْرِهِ الْكَرِيمِ



مجلس التحقيق الإسلامي كاردن باؤن لاہور

مدیر اعلیٰ

حافظ عبدالرحمن مدنی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا - کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور حافظ عبدالرحمن مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور لحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فنی شماره: ۲۰ روپے زیر سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی

مضامین سے استفادہ کریں۔ ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۷۴۷۰۰

فون نمبر: 035866476 / 3586639 - 042 موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے محدث کے مقاصد

✍ عناد اور تعصب قوم کیلئے زہر ہلا بل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

✍ علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوس بنانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

✍ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اُقدار کے منافی ہے!

لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

✍ تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالِحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

✍ آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانازندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

✍ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ مہمات

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مَحَدِّث

لاہور

ماہنامہ

ذیلی دفتر: ۵۴۸۷۳

(فون) صدر دفتر: ۳۵۴۲۵۰

عدد ۲

صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

جلد ۸

فہرست مضامین

- ۱۔ فکر و نظر اَلْیَسَّ اللهُ بِكَافٍ عَبْدًا ادارہ ۲
- ۲۔ الکتاب والحکمتہ خدائے بزرگانی اچھی نہیں مولانا عزیز زبیدی ۷
- ۳۔ السنۃ والحديث اللہ اور اس کا رسول - اور آپؐ پر ایمان میں غلط سمجھ ہو۔ ۱۸
- ۴۔ دارالافتاء نور مبین ۲۰
- ۵۔ تحقیق و تنقید حدیث نور کی تحقیق مولوی محمد شفیع صاحب ۳۳
- ۶۔ شعلِ راہ تمہارا نوشی کے متعلق علمائے حجاز کے فتاویٰ مولانا سیف الرحمن صاحب ۳۷
- ۷۔ تعارف تبصرہ و کتب فتاویٰ علمائے حدیث جلد پنجم و ششم
حکایات عزیمت حضرت مجدد الف ثانی
کے سیاسی مکتوبات - قانون الہی یا انسانی
اسلام میں ضابطہ تجارت - فلسفہ نماز۔ ۴۳
- ۸۔ شعرا و ادب محمد کے آثار سے پریر سرتر بان ہو جائے عبدالرحمن عابد مایکری ٹولہ ۶۹

ناشر: حافظ عبدالرحمن مدنی طابع: چودھری رشید احمد مطبع: مکتبہ جدید پریس، ۴ - شارع قاضی جناح، لاہور

فی پریس ۵۰ روپے

زر لائے: ۱۵۰ روپے

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ

مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لیے کافی ہے یا نہیں، یہاں بھی اور وہاں بھی؟ زندگی کے جتنے شعبوں اور احوال و ظروف ہیں، وہ دینی ہوں یا دنیوی، معاشرتی ہوں یا معاشی، سیاسی ہوں یا اخلاقی، روحانی ہوں یا مادی، ان سب پہلوؤں اور صورتوں میں وہی ذات یکتا اور ذاتا ہمیں پس کرتی ہے یا دنیا نے ہست و بود میں کوئی ایسا گوشہ بھی ہے جہاں خدا کوئی نہ ہو، ہو تو کوئی اور ہو اور وہاں رب العلیین کی قدرتوں کی ڈور کے لیے رسائی ممکن ہی نہ ہو، یعنی اب وہاں بات مقامی صوابدید اور مقامی قوتوں کے حوالے ہو رہے؟

مثلاً سیاسی مسئلہ پیش آجائے تو اپنی قومی یا کسی ذیلی اسمبلی کی طرف رجوع کیا جائے، فریاد کرنے کی نوبت آئے تو کسی سیاسی رہنما کے دروازہ پر دستک دی جائے؟ کوئی معاشی گتھی الجھ جائے تو اسے مزد کی روح، مارکسی ذریت، یا لینن اور سٹہگل کی معنوی اولاد سے ”المدو“ کہنا چاہیے؟

آفاتِ سماوی کا یورش سے ملک اور قوم کی جان پر بن جائے تو کاسے گدائی لے کر اقوامِ عالم سے بھیک مانگ کر کام چلا یا جائے۔

انفرادی یا اجتماعی کوئی دھندا درپیش ہو، تو اس کے لیے اپنے چودھری کے بابِ عالی کے طواف شروع کر دیے جائیں یا کسی مشہور بزرگ کی خانقاہ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر فریاد کی جائے، اہل مزار اور اہل قبور سے اپنی پیتا کہی جائے؟

گو بنظا ہر ایسی جرأت کوئی شخص اور طبقہ نہیں کو سکے گا کہ وہ خدا سے بے نیازی اور اپنی مدد آپ کا اعلان بھی کرے تاہم یہ ایک واقعہ ہے کہ اہل دنیا کا جو تعامل دیکھنے میں آتا ہے اس سے یہی ترشح ہوتا ہے کہ:

”تمہا خدا پر قناعت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ انسان کبھی اس کی طرف دیکھتا ہے اور کبھی اس کی طرف، کبھی ادھر لپکتا ہے اور کبھی ادھر ادھریوں سر مارتا پھرتا ہے

جیسے اس کا خدا کوئی نہ ہو۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

در عرب گردیدم و ہم در عرب

مصطفیٰ نایاب و ارباب

”میں حج میں بھی پھر اور عرب میں بھی گھومنا دہرایا (کیا) مصطفیٰ بالکل نایاب اور ابولہب

ارباب ہی انداز۔

آپ حیران ہوں گے کہ اگر کسی سے کہا جائے کہ:

اپنی زندگی کے جتنے مسائل ہیں، ان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل کیجیے! اور اپنے نفس و طاغوت یا دوسری اقوام کے طرزِ حیات پر قدر ہونے کے بجائے، خدا اور اس کے رسول کی رہنمائی پر بھروسہ کیجیے! ہر معاملہ میں اور ہر پہلو سے اسی ذات واحد پر تکیہ کیجیے! تو وہ یوں محسوس کرتا ہے جیسے ہم نے اسے کوئی گالی دی ہو اور جن کی عقیدت کے بت اس کی آستینوں میں ہوتے ہیں، ان کے ہارے میں بھی اسے ایک گستاخانہ تبلیغ تصور کر لیتا ہے اور اس سے اس کا دل بچھنے لگ جاتا ہے۔ صدق اللہ و رسوله۔

وَإِذَا ذُكِّرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْتَدَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَكَذَلِكَ (النور)
”اور جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ خدا کے سامنے جوابدہی کے دن (آخرت) پر یقین نہیں رکھتے (تو، ان کے دل بچھنے لگتے ہیں؛
ہاں اگر ذاتِ پاک کی بات چھوڑ چھوڑ کر کسی دوسرے کا ذکر آ جاتا ہے تو ان کے دل باغ باغ ہو جاتے ہیں؛

وَإِذَا ذُكِّرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَتَنَبَّهُونَ (البص)
”اور جب خدا کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو بس یہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔“
لوگ سوچتے ہوں گے کہ: اللہ نے شاید ہر جائیوں کا ذکر کیا ہے؛ مگر یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ آیت میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ہر جائی نہیں ہیں، یکجائی ہیں اور بالکل یکسو ہیں، لیکن خدا کے معاملہ میں نہیں، نفس اور طاغوت کے سلسلے میں، دین کی حد تک ان میں بعض دینی اعمال کا جو رنگ دیکھنے میں آتا ہے، وہ زیادہ تر مزہ اور ذائقہ بدلنے والی بات ہوتی ہے، کیونکہ میلہ اور جن کچھ دینی اقدار کا ان کے ہاں چلن اور رواج نظر آتا ہے، ان سے ان کے نفس و طاغوت کی بنیادی دھچکیوں میں کوئی فرق نہیں آتا۔ صرف ”غریب نفس“ کی افیون انھیں مل جاتی ہے جس کے ذریعے

ان کو ایک گونہ تسکین حاصل ہو جاتی ہے کہ شیطان کی معیت کی وجہ سے "رحمن" کو ان کے ساتھ رہنے میں کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی، گویا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی سیاست میں کامیاب رہے ہیں کیونکہ

ع۔ رند کے رند رہے یا تھہ سے جنت نہ گئی

یہی وجہ ہے کہ عرب میں ایک بت پرست طبقہ اس لیے اپنے آپ کو حنیف یا حنفیہ کہلاتے پرامر کرتا تھا کہ وہ کعبہ کا حج بھی کر لیتا تھا اور ختنہ بھی کر لیتا تھا، ان کے نزدیک صرف اتنی سی بات سے وہ دین بڑا بھی کے حامل اور متبع کہلا سکتے ہیں۔

ع۔ بریں عقل و دانش بیا یدگر سیت

یہی کچھ آج ہو رہا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر حالت میں کیونکہ ان کے ہاں حج تو ایک بات تھی۔ یہاں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ مسلم کی مسلمانی کے لیے اب صرف اتنی سی بات کافی ہے کہ (۱) وہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہو گیا ہو (۲) ختنہ کرایا ہو (۳) اور گائے کا گوشت کھا سکتا ہو۔ اس کے بعد ان کو یہ فکر نہیں رہتی کہ وہ رسول کے ساتھ ہیکل اور مارکس کا بھی کلمہ پڑھتا ہے، سوشلٹ ہو جائے یا سود خوار غماز کا تارک ہو یا روزہ خور، فیصلے اللہ اور اس کے رسول کے قبول کرے یا دشمنانِ خدا اور رسول کے، ان کی مسلمانی میں بہر حال کوئی فرق نہیں آتا۔ اب آپ یہ خیال فرمائیں کہ اگر اس کا نام "دین" ہے تو کیا یہ صرف "ذائقہ اور مزہ" بدلنے والی بات نہیں ہے؟ بلکہ ہم نے دیکھا ہے کہ اس باب میں لوگ جس قدر کفر اور باطل کے سلسلے میں غفلت اور جذباتی ہو رہے ہیں ان کا ہزارواں حصہ بھی اسلام کے سلسلے میں وہ غفلت نہیں رہے۔ نام نہاد مسلم تو صرف اس لیے مسلمان کہلاتا ہے کہ وہ مسلم کے گھر میں پیدا ہوا ہے یا صرف غمیر کی غش کو دور کرنے کے لیے اپنے لیے ایک غریب نفس تشخیص کر لیا ہے تاکہ اپنی اندرونی کشاکش سے نجات پاسکے۔ ورنہ یہ ایک واقعہ ہے کہ اسے اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں رہا، جتنا ہے اسے آپ اسلام کے "واہمہ" سے تعبیر کر سکتے ہیں، کیونکہ یہ ظالم لوگ، مسلمانی کے مفہوم سے آشنا نہیں، "اسلام" اپنے آپ کو پورا پورا اور بالکل مکمل خدا کے حوالے کرنے کا نام ہے مگر ہمارے ہاں صرف نام ہی نام ہے، باقی اللہ ہی اللہ۔

اس خام مسلمانی کا اصل سبب یہ ہے کہ چونکہ اسلام کو قبول کر لینے کے بعد، انسان اپنا خدا آپ نہیں رہتا، شتر بے مہار جیسے اسلوبِ حیات کے لیے ابن آدم کو کھلی چھٹی تہیں ملتی اس لیے غیر شعوری طور پر اس کے دماغ میں یہ بے اطمینانی گھس کر گئی ہے کہ، اسلام سے آسودگی مل بھی سکتی ہے یا نہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ اسلام صرف "پابندی ہی پابندی" کا نام ہے، راحتِ جان کے اس میں سامان

نہیں ہیں۔ حالانکہ سوچنے کا یہ انداز ہی بالکل غلط ہے۔ کتاب و سنت ہمارے سامنے ہیں، وہ بہانے کا دھڑل اعلان کر رہے ہیں کہ طاعت اور سکون جیسی متاعِ بے بہا نام کی جو چیزیں تھے، وہ صرف خدا کے ہاں سے ملتی ہے اور بس! یقین کیجیے! خدا اور اس کے رسول کی رہنمائی کے بعد اور کسی کی کچھ بھی ضرورت نہیں رہتی، جیسے وہ دیکھتا ہے ویسے وہ یکہ و تنہا کافی بھی ہے اور وافی بھی، زندگی کی کوئی الجھن درمیش ہو یا دنیا کا کوئی دھندا، حیاتِ مستقر کا کوئی فطری داعیہ ہو یا کائناتِ بشری کا کوئی قدرتی تقاضا، ان سب کے لیے اس کی جناب سے مدد ملتی ہے، رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ سنبھالنا ہے اس لیے اس نے بندوں سے خود ہی مطالبہ کیا ہے کہ پھر پر ہی تمہیں اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہیے اور میری ہی چارہ سازی اور کار سازی کو کافی سمجھنا چاہیے!

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ (پک۔ زمرہ)

”اعلان کر دیجیے! مجھے خدا کافی ہے اور بس کو تا ہے (پر یہ) بھروسہ (وہی) کرتے ہیں جو (اس پر) اعتماد رکھتے ہیں۔“

یعنی باتِ اعتماد کی ہے، جن کو خدا پر اعتماد ہے، وہ تو کار ساز حقیقی کا درجہ پور کر کسی دوسرے دروازہ کی طرف جاتے نہیں ہیں اور جن کا دل اس اعتماد سے خالی ہے، اس کے لیے تنہا اور اکیلے خدا پر قنات کرنا ہی مشکل ہے۔

جب انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اس سے سب سے پہلے جن الفاظ میں اقرار اور طبع و فاعادگی لیا جاتا ہے، وہ مشہور و معروف کلمہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ہے۔ خدا کے اقرار سے پہلے یہ مطالبہ کہ، اور کوئی خدا نہیں، کا پہلے اعتراف کیا جائے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ جب خدا کے حضور پہنچے ہیں تو اب اپنا جائزہ لے لیجیے کہ: دوسرا اور کوئی بتِ ملّا نہ تو بخل میں دبا کر نہیں پہنچے، اگر یہ بات ہے تو پھر حکم ہوتا ہے کہ: واپس پلٹ جائیے! ہمیں آپ کی یاری پسند نہیں ہے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے نویں سالانہ جلسہ میں راقم الحروف کے شیخ الشیخ اور معروف مترجم قرآن مولانا ڈپٹی نذیر احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ترجید“ کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے ایک نکلانگیر تصور اور معنی خیز بات کہی تھی، جسے مدلوں ہوئے پڑھا تھا، مگر وجداً و کیف کا وہ سماں ابھی ذہن میں نازم ہے جو اول مرحلے پر پڑھتے ہی محسوس ہوا اتحادہ فرماتے ہیں:-

”جب اس طرح اسباب ظاہر کو، اور اسباب ظاہر کی تخصیص بھی کی گئی ہو، بلکہ ماسوی اللہ کا انتقام دنیا سے بے دخل محض بچہ لوگے تب تم کو
 هُوَ الَّذِي دَاخِلُكُمْ وَانْطَاسُكُمْ وَالْبَاطِنُ
 کے معنی معلوم ہوں گے۔“

ایک مرد قلندر اور بندہ ضعیف نے اسیوں بیان کیا تھا،
 توحید تو یہ ہے کہ خدا احشر میں کہہ دے
 کہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

یعنی خدا کی طرف رخ کرنے سے پہلے یہ مہم ہونا چاہیے کہ خدا کی طرف رخ کر لینے کے بعد، وہ
 اب پلٹ کر پیچھے کی طرف یا ادھر ادھر نہیں دیکھے گا، کیونکہ وہ ”اللہ“ تنہا ہی کافی ہے، سب کو
 کافی ہے اور ہر اعتبار سے کافی ہے۔ وہ سب کی سنت ہے اور اکیلا ہی سب کی بگڑی بناتا اور سنوارتا،
 جو چاہیے وہاں سے ملے گا اور بتنا چاہیے وہی دے گا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے یہی معنی، یہی رمز
 اور یہی تلخ ہے، اس تفصیل کے بعد آپ سے حق تعالیٰ پوچھتے ہیں،
 اَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَكَ (پکا - ذمہ)

”فرمائیے کیا (تنہا) خدا اپنے بندے (رسول) کے لیے کافی نہیں ہے؟“

بہر حال ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ، جناب! آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات والا
 صفات، اس کے احکام اور نظام اسلام آپ کے لیے کافی نہیں ہیں؟ کیا اس میں آپ کے روگوں کے
 لیے شفا کی چیزیں نہیں ہیں، اللہ میاں نے آپ کی دنیا اور آخرت کی ہر مرضی کے لیے ہر تجویز فرمایا ہے؟
 کیا وہ آپ کو کافی نہیں ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر ادھر ادھر کیا دیکھتے ہو؟ سیدھے رخ اپنے خدا
 کی طرف کیوں نہیں چلتے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کا دین، توین ضعیف ہے، جس کا مفہوم ہی رب کے
 لیے یکسوئی ہے اور جس پاک ہستی کے آپ اتنی کہلاتے ہیں، اس کا تعارف بھی یہی پیش کیا گیا ہے کہ:
 مَا زَاغَ الْبَصُورُ مَا طَغَى رَجَبٌ - النجم ۷

”عالم ملکوت کی سیر میں بھی، ان کی نظر نہ (کسی طرف کو) بہکی اور نہ (جگہ سے) اچٹی۔“

اب آپ غور فرمائیں! جہاں صورتِ حال یہ ہو کیا وہاں کسی مرحلہ پر بھی اگر آپ کی اس یکسوئی
 یکسوئی اور یک جہتی میں کوئی فرق آگیا تو کیا آپ نے اپنے کلمہ کی شرم رکھی اور اپنے پاک پیغمبر کی راہ لی؟
 اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر سوچ لیجیے! کل آپ کی اس دورخی کا کیا حشر ہوگا؟

خدا سے بدگمانی اچھی نہیں یہ خدا نا فہمی کی دلیل ہے

۱- وَلَقُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فِرْيَنٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ذُكْرًا
أُولَٰئِكَ بِالْمُفْرِغِينَ ۚ فَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فِرْيَنٌ مِّنْهُمْ مَّرْكُومٌ
وَأَن تَكُنْ تَهُمُ الْعَنُ يَا تَوَالِيَهُ مَذْعَنٌ ۚ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَمٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ لِيَا نُو
أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولَهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (پ - فرقہ)

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور ان کے (خدا اور
ہو گئے) (لیکن) پھر اس کے بعد انہی میں سے ایک طبقہ (اپنے قول و قرار سے) پھر جاتا ہے
اور (خود کو) کہیے! کیا ایسے لوگ مسلمان رہ سکتے ہیں؟ نہیں!) وہ (سرسے) مسلمان ہی نہیں
رہ سکتے) اور (دیکھیے!) جب ان کو خدا اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے، تاکہ
(رسول خدا) ان کے مابین معاملات کا مناسب فیصلہ کریں تو اس انہی میں سے ایک گروہ (اسی)
گریز کرتا ہے۔ اور (یاں!) اگر (اس میں) ان کا حق بنتا ہو تو (ان کو) بند کیے (کا)ں دبا تے اس کی
طرف (دوڑے) چلے آتے ہیں (اب یہی کہا جاسکتا ہے کہ) ان کے دلوں میں (خود غرضی کا)
کوئی کوڑھ ہے یا وہ بے یقینی (کے پھیر) میں پڑے ہیں یا (یہ کہ) ان کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں
اللہ (میاں) اور اس کے رسول (ان سے) بے انصافی نہ کریں۔ (نہیں، نہیں، بالکل نہیں!) بلکہ یہ
آپ ہی (سب سے بڑھ کر) بے انصاف ہیں؟

کوڑا کرٹوا سکتو، میٹھا میٹھا ہمپ۔ دین کے سلسلے میں بات اندھیرے کی نہیں ہے کہ لوگ اسے
سمجھتے نہ ہوں یا وہ اس کی صداقت اور حقانیت سے بے خبر ہوں۔ اصل میں سارا فساد خود غرضی کا
ہے، وہ چاہتے ہیں کوئی ٹوکے نہیں، سیاہ کریں، سفید کریں، کوئی بولے نہیں! ان کے نفس لی موت
کی بادشاہی پر حرف نہ آئے، ان کے مست الت ملات میں خلل نہ پڑے، ان کے قلب و نگاہ کے

میں ان پر پانچ نہ آنے پائے، ان کے کیف دستی کے پیمانوں کی خیر رہے، ان کا چلتی ہوئی آرزوئیں اور پرہیزگار اٹھکیلیں سلامت رہیں، وہ ڈرتے ہیں کہ حق آگیا تو ان کی بے لگام زندگی، عیاشی، کھڑکیوں رنگین خوابوں اور شرمناک حسرتوں کے دروازے اور باب کہیں بند نہ ہو جائیں، یقین کیجیے! اگر آج ان کو اس کی ضمانت مل جائے کہ ان کی روایات، ان کی حیا، سوز، خلوتوں ان کے شرمناک شب و روز، ان کے غلط فہمی، ان کی مسرفانہ حسرتوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں پڑے گی، حسب معمول وہ سب کچھ جاری رکھ سکتے ہیں، جس سے ان کا انجھار راضی رہ سکتا ہے تو وہ ایسے اسلام کے سب سے بڑے قدر دان نکلیں گے۔ اسلام کی حقانیت پر جتنے لیکچر چاہو دلا سکتے ہو، کتاب و سنت کی تعیندہ کوئی جتنی کہو اس میں بھی وہ بالکل ان تھک ثابت ہوں گے۔ بشرطیکہ یہ سب کچھ زبانی کلامی رہے، اگر ان سے یہ کہا جائے کہ یہ سب کچھ بجا اور درست ہے تو پھر تم خود اس پر کیوں نہیں چلتے تو ان کی مال مر جے گی، ہاں اگر آپ اور آپ کا اسلام یہ چاہے کہ اسلامی حقیقتی اداروں، اسلامی شادنی کونسلوں، اسلامی مذاکرات، اسلام کے لیے بین الاقوامی کانفرنسوں اور ان کی صدائوں کے لیے وہ دلچسپی لیں، تو اس حد تک وہ توقعات سے بھی بڑھ کر بجا نہ نکلیں گے۔ کیونکہ اس کام کے لیے انھیں اپنی زندگی کے خاکوں میں خاص کر بہانہ غنائوں میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا نہیں پڑتی، تبھی تو شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم نے ان پر یہ اعتراض کر دیا تھا کہ آپ کی نماز یہی آپ سے کہتی ہے کہ ہم اپنے آبا و اجداد کے مہبودوں کو چھوڑ دیں اور اپنی کمائیوں میں اپنی مرضی نہ کریں۔

قَالُوا يَشْعِبُ اَصْلُكَ تَأْمُرُكَ اَنْ تَشْرَكَ مَا لَيْبُكَ اَبَاءُ نَا اَوَاثُ نَفْعَلُ فِيْ اَمَٰلِنَا مَا نَشَآءُ اَرَبَّا - (ہودع)

”وہ کہنے لگے کہ، اے شعیب! کیا تمہاری نماز تم سے متقاضی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہم ان کو چھوڑ بیٹھیں یا اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہیں نہ کریں؟“ ان کے دین دایمان اور عقل دہوشی کے کسی گوشہ میں بھی یہ تحریک نہیں پا جاتی کہ جو بات مان ل جائے، جس کو حق تسلیم کر لیا جائے اور جس کا کلمہ پڑھ لیا جائے، اس کا حق بھی ادا کیا جائے۔ بس وہ صرف اتنی سی بات پر راضی ہیں کہ، خدا کو خدا کی قدرتوں اور خدائی کی محیر العقول وسعت کی داد دی جائے اسے سلام عرض کر دیا جائے، اس کے حضور کبھی سجدہ اور کبھی صرف زبان سے ”سُبْحَانَكَ“ کہہ کر اسے خراج عقیدت کا نذرانہ پیش کر دیا جائے، کبھی اس کے نام پر چند مکوں کی سیلیں لگا دیں

اور کبھی اس کے پاک رسول کی یاد نہ کر "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کے عیٹھے بول بول لیے جائیں۔ ان کا خیال ہے کہ بس خدا کو اس پر راضی ہو جانا چاہیے، جیسے خدا اپنی مرضی چاہتا ہے، ہم بھی اپنی ایک تمنا رکھتے ہیں، ہمیں بھی اپنی مرضی کرنے دے۔

ان برا بھابیوں کے پیچھے غیر شعوری طور پر ہوشے کام کر رہی ہے، وہ دین اسلام کے پاکیزہ نظام ہدایت اور احکام کے سلسلے میں ان لوگوں کی بے اطمینانی ہے وہ یوں خیال کرتے ہیں کہ اگر اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا تو مر جائیں گے، کاروبار ٹھپ ہو جائیں گے، چلنا پھرنا دو بھر ہو جائے گا۔ آزار کا خاتمہ ہو جائے گا، چھل پھل اور رونقیں ماند پڑ جائیں گی، گھر جنازہ گاہ بن جائیں گے، دفاتر جامع مسجد کھلا دیں گے، بازار قبرستان کا روپ دھار لیں گے، شادی بیاہ اور محرم الحرام کی رسومات میں کچھ زیادہ فرق نہیں رہے گا، ہنسی کھیل کے چراغ بجھ جائیں گے، ہر گلی کی ٹنڈ پر ایک جلا دکھڑا ہوگا جو ہمارے ترند چیک کرے گا، مٹنے سے نیچے جو نظر آیا اسے وہاں موقع پر کوڑے مارے گا۔ عورت کے لیے باہر نکلتا یوں متصور ہوگا جیسے جیل خانہ سے کوئی قیدی بھاگ نکلا ہو، منہ بسونا، گھودہ رکھنا کفر کے فتوے لگانا، ڈنڈے کے زور سے تسبیحیں پڑھانا، روح پرور مناظر پر ابو جھبہ بننا، بات بات پر اَعُوذُ بِاللّٰهِ اور لا اَحُوکَ وَلَا تُحُوکَ کا پڑھنا اور قدم قدم پر ٹوکن اسلام اور دین کھلائے گا۔

اصل میں یہ لوگ خدا کو سمجھے ہیں نہ اس کے دین کو، دراصل یہ اسحق دوسرے نظموں میں خدا اور رسول کو درخام بدین اے ذوق، کم فہم، دنیا نا آشنا، اپنی مخلوق کی سرشت سے بے خبر اور احوال و ظروف کے قدرتی تقاضوں سے ناواقف خیال کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں، یہ اللہ کی بے جا بگڑناں ہیں اَمْ يَتَخَفُونَ اَنْ يَّخِفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ و دراصل یہ خود بے ذوق اور بے انصاف لوگ ہیں: يٰۤاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ نفس و طاغوت، کی سرنازع مکاری، بے حیا اور بے خدا زندگی اور جینے کو وہ مکاری اور اور زندگی اور جینا کہتے ہیں، عورت کو جنس بازار، الا بلا کہنے اور عیا نہ بول چال کو روش خیال تصور کرتے ہیں۔

۲۔ وَطَافَتْ تَدَاهَمَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَ الْجَاهِلِيَّةِ ط يَقُولُوْنَ هٰذَا مِنَّا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ وَّ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ ط يَخْفَوْنَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدِيْكَ وَاَنْ لَّكَ ط يَقُولُوْنَ لَوْ كُنَّا لَمَّا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلَتْ اَهْلُنَا ط قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بَيۡوتِكُمْ لَسَرَّتْ اَنْدَادُكُمْ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَصَاحِمِهِمْ ؕ وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ و لِيُخَيِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاَللّٰهُ عَلِيْمٌ

يَذَاتِ الصُّدُورِ (پ۔ العمومات ۴)

» ایک اور گروہ وہ تھا کہ اپنی جانوں ہی کی پڑوسی تھی وہ اللہ کے بارے میں خلاف واقعہ خیالات کو رہے تھے جو صرف جاپلانہ خیالات تھے وہ کہہ رہے تھے کہ کیا ہمارا کچھ پس چلتا ہے؟ ان سے کہہ دیجئے! سب کچھ اللہ کے پس میں ہے، یہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کچھ بھی ہیں اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے، ان سے فرمادیں کہ اگر تم گھروں میں ہوتے (تب بھی) قتل جن لوگوں کا مقدر ہو چکا ہے وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل ہی پڑتے اور یہ جو کچھ ہوا، اس لیے ہوا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اللہ اسے پتہ لگے، اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے نکھار دے، اور اللہ باطن کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

بات یہ ہوئی کہ راہ حق میں جان و مال کا امتحان پیش آگیا مگر غزوہ احد میں کچھ افراد کی فوجداشت کی وجہ سے سب کو زک، اٹھانا پڑ گئی، ان میں کچھ چوری کے مجنوں بھی تھے اور کچھ سیدھے سادے بھولے بھالے لوگ بھی تھے تو جو شرط لوگ تھے، وہ چلا اٹھے کہ کاش! یہ حضرات ہماری مان لیتے تو ان کی یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ ان کا خیال تھا کہ خدا کے زبانی کلامی وعدے پر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور مار کھا گئے، اللہ نے فرمایا کہ: یہ نسخہ تم بھی آزماد کر دیکھ لو! جب موت کا وقت آئے تو اس کے ہاتھ میں نہ آؤ۔

قَدْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ قُورْتُمْ مِنَ الْعَوْتِ اَوْ الْقَتْلِ (پ۔ الاحزاب ۴)

اگر تم موت اور قتل سے بھاگ رہی تو بھی بھاگنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا (موت بہر حال آکر رہے گی، آج نہیں تو کل)

فرمایا: موت ووت کا کوئی فلسفہ ان کے سامنے نہیں ہے۔ دراصل بھگڑ سہے ہیں بہانے بنا رہے ہیں۔

اِنْ يُّدِيدُوْنَ اِلَّا فِدَارًا (الاحزاب ۴)

باقی رہی بس کی بات، سو دریں چرٹنگ، یہ تو سب کچھ اللہ کے ہی اختیار میں ہے، جسے تم نہیں سمجھ رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا کے وعدوں کو مٹا بھٹو کے وعدوں کی طرح دھوکے کی ٹٹی سمجھتے ہیں جو بہت بڑی بے شرمی کی بات ہے،

فَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اِلَّا وُفُوًا (الاحزاب ۴)

دراصل یہ لوگ "بے یقینی" میں مبتلا تھے، خدا کی راہ میں، خدا کی رضا کے لیے اور خدا پر کامل یقین

کے ساتھ دوڑ پڑنا سچی مسلمانی ہے، مگر خدا سے کامیابی اور فتح و نصرت کی پہلے ضمانت مانگنا، ضمانت مل بھی جائے تو بھی قرار نہ آنا، عہدِ جاہلیت کی بات ہے! — خدا کے سلسلے میں یہ ایک گونہ بدگمانی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ مناسب وسائل یا اقدامات کی پروا نہ کی جائے بلکہ یہ ہے کہ جتنے اور جیسے کچھ اقدامات اور وسائل برائے کار لائے جائیں انھیں خدا نہ تصور کر لیا جائے اور نہ ہی ان کے بعد تذبذب اور بے یقینی کو راہ دی جائے۔ لیکن عہدِ جاہلیت کے انداز اس سے بالکل مختلف رہے ہیں۔

جاہلیت سے مراد وہ دور ہے جس میں انسان خدا سے بے نیاز ہو کر اپنی تدبیروں، ادبام کی زنجیروں اور طاقت کے آہنی حصاروں پر قناعت کرتا رہا ہے، درمیان سے وہ خدا کو اٹھا دیتا ہے، اس سے تعلق رکھتا بھی ہے تو ادبام و فتنوں کے خول میں اتار کر رکھتا ہے۔ ان کا تخلیق کردہ خدا ان کے قبضہ میں ہوتا ہے، اس لیے لوگ چاہتے ہیں کہ خدا بھی ان کی خواہشات کا احترام کرے اور جو چیز وہ چاہے، اس کی وہ منظوری دے دے، بالکل لیون جیسے جمہوری ملکوں میں صدر مملکت کا حال ہوتا ہے گویا کہ اقوامِ جاہلیت کی روحانیت بھی جمہوری ڈھب کی ہوتی ہے اس لیے ان کا خدا بھی جمہوری طرز اور اختیارات کا خدا لگتا ہے۔ مَا خَدَّ رُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ۔

مصائب و آلام جہاں نادانیوں کے قدرتی سائے نظر آتے ہیں وہاں ان کی حیثیت ایک تبلیغ کی بھی ہوتی ہے کہ: ایمان سے غرض لینا نہیں بلکہ دینا ہے، مال بھی، جان بھی، آرام بھی، چین بھی اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ ہاں اس کے صلے میں جو ملتا ہے، وہ بطور قدرتی نتیجے کے ملتا ہے بطور سودا کے نہیں ملتا، کیونکہ آپ جو کچھ بھی دیتے ہیں وہ بھی اسی کی ہی دین ہے اپنا کیلئے جو دے کر لیں گے۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تاہم آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بڑھیں تو صرف خدا جوئی کے لیے اس کی طرف بڑھیں، دوسری چیزوں کی نیت سے نہ بڑھیں — اس لیے اگر اس کی راہ میں کچھ گزند پہنچا ہے تو غیر متوقع نہیں کیونکہ جس دن کلمہ پڑھا تھا اس دن یہ طے ہو گیا تھا کہ دنیا پڑا تو دینا ہو گا۔ اب اگر کچھ چلا گیا ہے تو ردنا کا، کا باقی رہی یہ بدگمانی کہ جب ہم اس کے لیے نکلے ہیں تو ہماری مدد بھی کرنی چاہیے تھی، وہ کیوں نہ ہوئی؟ یہ سوال اس لیے پیدا ہوا ہے کہ آپ ابھی تک ایمان کا مضمون نہیں سمجھے! اور نہ آپ اپنے سوال کے

خُحک کو سمجھے ہیں، کیونکہ ابھی تک آپ کے ذہن میں "لینے" کا تصور ہے حالانکہ یہاں دینے کی بات ہے دوسرا یہ کہ آپ کی نگاہ مدد کی تبلیغ پر نہیں پڑی، یعنی مدد اس وقت ہوتی ہے جب تک کوئی اس کا رتلا ہے، جب یہ کاٹنا بدل جاتا ہے تو وہ بھی مدد ہو جاتی ہے، جیسا کہ یہاں پر ہوا، جب تک خدا کا تصور غالب رہا مدد جاری رہی۔

بَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعَلَىٰ أَذُنُكُمْ فَلَا تُصَوِّفُهُمْ بِأَذْنِهِ (پک۔ آل عمران ۷۵)

"یہ ایک واقعہ ہے کہ اللہ نے اپنا وعدہ نصرت سچ کر دکھایا جب کہ تم انھیں اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے۔"

جب ایک طبقہ نے خدا سے منہ موڑ کر دنیا اور اپنی ذات کی طرف رُخ کر لیا تو پھر شامت لگئی اور فتح و نصرت، راستہ بند پکار ساحل پر کھڑی مسکراتی رہی۔

حَتَّىٰ إِذَا فُتِنْتُمْ وَأَنَا فِي الضُّرِّ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرْسَلْتُكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَعْبَوْنَ مِنِّي وَمِنْكُمْ مَّنْ يُؤَيِّدُ الشُّرُكِيَّةَ وَيُنَادِي بِآخِرَةِ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ (پک۔ آل عمران ۷۷)

"یہاں تک کہ جب تم خود ہی کمزور پڑ گئے اور حکم (رسول) کے سلسلے میں تم باہم جھگڑنے لگے اور بعد اس کے کہ تم کو تمھاری دل پسند بات (جیت) دکھا دی۔ تم نے رسول کی نافرمانی کر ڈالی (قصہ یہ ہے کہ تم میں سے بعض لوگ دنیا کو چاہتے تھے اور کچھ تم میں سے وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے، پھر تم کو ان سے موڑ دیا تاکہ تمھارے اخلاص کو آزمائے۔"

یعنی جہاں صورتِ حال یہ تھی، وہاں صرف خدا کا وعدہ تو یاد رہا کہ ایسا نہ ہوا لیکن یہ بھول گئے کہ فتح و نصرت سے وہ خود ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور یہ بھی نہ سوچا کہ وہ تو مائل بہ کریم رہا، لینے والے ہی نہ رہے تو وہ کسے دے؟ اور کیوں دے؟ فرمائیے! اس بے انصافی اور بدگمانی سے بڑھ کر خدا کے بارے میں اور بدگمانی کیا ہو سکتی ہے؟

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حق کی داعی جماعت میں خدا کا نافرمان ایک موثر گروہ موجود رہتا ہے وہ پوری جماعت خدا کی نصرت سے محروم رہتی ہے۔ ایک طرف دس افراد فتنے رہیں اور دوسری طرف صرف ایک فرد اسے ادھیڑتا رہے تو خود رکھیں! کیا وہ دس افراد اپنا مقصد حاصل کر لیں گے۔ کیا یہ بلی منڈ سے چڑھ جائے گی یا کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ آج نہیں تو کل آنسو رو دوائے عظمت اور فتح و نصرت کو وسیع تن کر ہی لے گا۔؟ نہیں! ہرگز نہیں، اور بالکل نہیں، لیکن انھیں! یا رد دستوں نے اپنے داعی معاشرہ اور جماعت میں اتنا بڑا گھپلا رکھ کر

خدا سے یہ امیدیں باندھ رکھی ہیں کہ آخر فتح ہماری ہی ہوگی؟ وہ کیسے؟ آپ ان سے پوچھے، وہ کہیں گے جیسا خود اسی قصہ میں ذکر آیا ہے کہ اللہ نے بالآخر ان کو معاف کر ہی دیا۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكَ مَا دَا لَلَّهِ دُوْ قَضَل عَلَى الْمُؤْمِنِينَ رِبًّا - (العمران ۶)

”اور (پھر بھی خدا نے) تم سے درگزر کر کے اور مسلمانوں پر خدا کو ہم ہی (کی نگاہ رکھنا) ہے۔“

یہ ٹھیک ہے کہ: اللہ نے ان کو معاف کر ہی دیا لیکن اس وقت جب انہوں نے بھی خدا اور اس کے رسول کی طرف رخ کر ہی لیا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ هَ السَّيِّئَاتِ اسْتَجَابَ لَوْلَا لِلَّهِ فَاسْتَوْسُولِ مِنْ أَعْدَاءِ مَا أَصَابَهُمُ النَّجْرُ (العمران ۷)

”اللہ ان ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں ہونے دیتا جو (لڑائی میں) زخم کھائے، پیچھے خدا اور اس کے رسول کے بللنے پر آموجہ ہوئے۔“

بہر حال اگر آپ نے بھی اسی طرح اپنے تعاملِ حیات پر نظر ثانی کی تو نیک پالی اور اپنے معاشرہ کی اصلاح بھی کر لی تو پھر انشاء اللہ بالآخر فتح و نصرت اور سرفرازی آپ کے بھی قسم چومے گی۔ — باقی رہے زبانی کلامی سودے اور دعوے؟ سو وہ بہت ہونچکے، دفترِ عمل میں اگر کچھ باقی ہے تو وہ پیش کیجیے! ورنہ عین شورو فغاں چیز ہے نیست! —

۳۔ مَنْ كَانَتْ يَدُكَ فِي السَّمَاءِ فَالْأَخِرَةُ كَلِمَتَا دَرَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لَيْسَ لَكَ يَدٌ هَبَّتْ كَيْدَهُ مَا لَيْفَظُ رِبًّا - (العج ۷)

”جو شخص (یہ بد) گمانی رکھتا ہو کہ خدا اس رسول (کی ہرگز مدد نہیں کرے گا، دنیا میں نہ آخرت میں تو اس کو چاہیے کہ اوپر کی طرف چڑھنے) کو ایک رسی تانے پھر اسے توڑ ڈالے۔ پھر اس کو درجہ چاہیے کہ کیا اس کی اس تدبیر سے وہ شکایت دور ہوئی جس کی وجہ سے وہ ناخوش تھا۔“

یعنی ایسا تو ممکن نہیں کہ خدا اپنے رسول کی مدد نہ کرے لیکن اپنے دل کی جلیں دور کرنا چاہتا ہے تو وہ کہیں اور جاوے، دیکھئے نہ غم لگے۔ اس لیے اگر اس کے لیے ممکن ہو تو پھر یوں کرے کہ رسی تان کر آسمان پر چڑھ جائے اور پھر زمین سے اپنا ناٹھ توڑ دے، وہاں رہ رہے اور وہاں سو رہے! یعنی آپ کے لیے یہ بھی ممکن نہیں، اس وقت سدا کر ٹھٹھے رہو اور جلتے رہو۔

نیکو کار جب حق و راستی کے اتنا م کے لیے اٹھتے ہیں تو اس پر باطل کے چوہداروں کی طرف سے روکاؤں اور مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں، دیکھئے دالایر سماں دیکھ کر یقین کر لیتا ہے کہ

بس اب وہ گئے! خدا تو ان کی مدد کو پہنچنے سے رہا، دوسری کوئی صورت ہی نہیں! بس انہیں گھر کی پل کا جھان سچھیے!

ایک اور مقام پر فرمایا کہ دو غلے اور شرک مردہوں یا عورتیں، خدا کے بارے میں بدگمانیوں کے گھوڑے ہی دوڑاتے رہتے ہیں کہ خدا مسلمانوں کو ضائع کر دے گا۔ اور یہ جنگ میں کھیت ہو رہی ہے فرمایا: یہ خود کھیت ہوں گے۔

وَلَعَذَابُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الْمَطَائِفِ بِأَلْفِ لَفٍ فِي السُّورَةِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السُّورَةِ رَدًّا - (الفتح ۷)

نیز فرمایا کہ: یہ سمجھتے ہیں کہ: رسول اور آپ کے ساتھی بچ کر نہیں آسکیں گے، حالانکہ تباہی ان کا مقدر ہے۔

بَلْ خُفِّنَتْ اَنْ تَنْ يَّقْلَبَ الرُّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ اِلَى اَهْلِيهِمْ اَبَدًا وَزَيْنَ ذٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَخُفِّنَتْ لَقَدْ السُّورَةِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا (الفتح ۷)

اس خیالی پلاؤ کے نیچے جو ذہن کلام کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ: ضروری نہیں کہ خدا اپنے فاداروں کی مدد ہی کرے۔ گویا وہ خدا کو اتنا بھی نہیں سمجھتے جتنا وہ خود اپنے وفاداروں کے لیے حمیت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں: یہ سرتاپا بدگمانی اور خدا نا فہمی کی باتیں ہیں۔ خدا اپنے رسول کی ضرورت کو مدد کرے گا، یا اب بھی وہاں بھی۔ اسی طرح جو لوگ ان کی راہوں پر گامزن ہوں گے، ان کو بھی وہ کبھی نظر انداز نہیں کرے گا۔ بشرطیکہ خدا کی نصرت کے لیے ان کے اندر بھی وہ اقدار موجود ہوں جو نصرت الہی کے لیے وجہ کشش بن سکتی ہیں۔ باقی رہی فی سبیل کی نصرت؟ تو وہ عالم اسباب کے بعد تو ممکن ہے کہ اس کی کوئی شکل ہو، لیکن اس عالم رنگ و بو میں، جو اسباب و علل کی دنیا کا نام ہے محال ہے، ہاں ماسی اور اقدار کے تناسب سے بڑھ کر فضل و نصرت کا معاملہ الگ ہے۔ وہ ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ کا رخ مشرق کو ہو اور اسی طرف کو ہی دوڑ رہے ہو اور خدا اپنے فضل و کرم سے اور محض فی سبیل اللہ آپ کو اٹھا کر مغرب میں پہنچا دے۔ ہاں آپ رخ بھی مغرب کو کریں اور قدم بھی ادھر کو ہی اٹھیں تو ممکن ہے سست گام پر دم کرے اور اسے "وقتاً" کی بہ نسبت جلدی منزل سے ہم کنار کر دے۔

بہر حال دنیا خدا کی ذات کے سلسلے میں دو انتہاؤں کی طرف بڑھ رہی ہے: اس سے توقعات میں توبہ کنہ اور بلا سبب، بدگمانیاں ہیں تو بلا جواز اور بے کراں — بس یوں تصور کیجیے کہ کھیت ہے

تو یہ نہیں ہے، بیچ ہے، ترکیت غائب، ایسوں کا باغ بہا ہے تو کیسے؟ ابرہے کچھ تو کیا ابرہے؟
۴۔ وَلٰكِنْ طَنَسْتُمْ اَنْ اللّٰهُ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۚ وَذٰلِكُمْ طَنَسْتُمْ اِلٰى دِيْ طَنَسْتُمْ
بِرَبِّكُمْ اَدْءَاكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ رَلِيْكَ۔ حم السجدة ۴

”بلکہ تم کو تو یہ خیال تھا کہ تمہارے بہت سے عملوں سے خدا (بھی) واقف نہیں اور (یہ) بدگمانی جو تم نے اپنے پروردگار کے حق میں کی، تمہاری اسی بدگمانی نے تو (آج) تم کو تباہ کیا اور تم گھٹے میں آ گئے۔

خدا سے بھی چھپ سکتے ہیں۔ چور جب کوئی چوری کرتا ہے یا جب کوئی بد بد کام کرنے لگتا ہے تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ انہیں کوئی شخص دیکھنے نہ پائے، اگر انہیں اس امر کا احساس ہو جائے کہ انہیں کوئی صاحب کھڑا دیکھ رہا ہے تو وہ کبھی بھی کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ لیکن انہیں خدا سے بچنا، دانائے راز، علیم اور تدبیر ذات کے سلسلے میں بندوں کا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے، اس کے ملکوں کی نافرمانی یوں کرتے ہیں جیسے وہ ذات پاک اسے دیکھ ہی نہیں رہی، یا یہ کہ اگر وہ دیکھ بھی لے تو ان کا وہ کچھ بگاڑ بھی نہیں سکے گی۔ مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اسی ذہنیت اور کردار کا شکوہ کیا ہے اور فرمایا کہ دانستہ اس تغافل اور تجاہل کا نقصان بھی خود تمہیں اٹھانا ہوگا، خدا کا اس سے کچھ بھی نہیں بگاڑے گا۔ آنے والی بلا سے انہیں بند کر لینے سے بلا ٹل نہیں جایا کرتی بلکہ اگر رہتی ہے اور پھر ایسے حال میں آتی ہے کہ انسان اس کے دفاع کے بھی قابل نہیں رہتا۔ دیکھ سکنے کے باوجود نہ دیکھنا، معلوم کر سکنے کی ہمت نہ رکھتے ہوئے جان کر بے خبری کی چادر اپنے اوپر تان لیتا اور رک سکنے کے باوجود نہ ملک گڑھے کے رخ چلتے رہتا، بجائے خود اس امر کے غماز میں کہ انسان سب سے بڑا اپنا دشمن آپ ہے، حالات کو فریب دینے والا خود فریب نفس میں مبتلا ہے اور جان بوجھ کر خود کشی کے سامان کر رہا ہے، ایسے عالم میں دوسرا کون اس پر ترس کرے گا اور کیوں اس پر کسی کو ترس آئے گا؟

واقعہ یہ ہے کہ اگر انسان غور کرے تو اسے یہ یقین ہو جائے کہ وہ ایک عظیم اور محیط زرع میں ہے کہ وہ اپنے کو غفی رکھنے کے لیے کتنے ہی حال مجھے بہر حال وہ چھپ نہیں سکے گا۔

آخرا سے کہیں رہنا ہے، یہاں نہ سہی وہاں سہی، آخر وہ زمین و آسمان سے باہر تو نہیں جا سکے گا، زمین کے جس ٹکڑے پر بھی رہے گا، وہ زمین ایک کیمر کے کی طرح اس کی ہر نقل و حرکت کو ریکارڈ کرتی رہتی ہے اور پھر قیامت میں وہ سارا دفتر کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گی۔ وہ ٹیپ کی طرح

برے گی۔

يَوْمَئِذٍ نُخَبِّرُكَ أَجْرَهَا رَبِّي - (الزوال)

بلکہ اس بد نصیب انسان کے جسم کا ایک ایک رنگ زبان بن جائے گا، ٹیپ کی طرح سب کچھ کہہ سکے گا اور پھر سن کر انسان بدحواس ہو ہو جائے گا۔

حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
وَقَالُوا لَوْلَا جُلُودُهُمْ بِمَا شَهِدَتْ أَلْسِنَاتُنَا لَنَكُنَّا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ
خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَالْيَوْمَ تَرْجَعُونَ (پکا - حم السجدة ۷ ع)

”یہاں تک کہ جب سب، دوزخ پر آمج ہوں گے تو جیسے جیسے عمل یہ لوگ کرتے رہے ہیں، ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے گوشت، پوست ان کی رکھل کر گواہی دے ڈالیں گے اور وہ لوگ اپنے گوشت پوست سے پوچھیں گے کہ (بھلا) تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ بولیں گے کہ جس (خدا) نے ہر چیز کو گواہ کیا ہے اسی نے ہم کو بھی گواہ کیا اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا اور اب تم اسی کی طرف لوٹا کر لائے جا رہے ہو۔“

اس کے بعد نہایت معنی خیز طریقے سے بتایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے تو تم بے خبر نہیں تھے کہ تم اپنے کانوں، آنکھوں اور گوشت پوست سے نہیں چھپ سکتے، اصل میں جو بیماری تم کو لگی تھی وہ یہ بدگمانی تھی کہ ہمارے عملوں کا خدا کو بھی پتہ نہیں چلتا۔

وَمَا كُنْتُمْ تُشِيرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ كُنْتُمْ
أَنْتُمْ لَا يَبْعَثُكُمْ كَشِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ (ایضاً)

”اور تم (دنیا میں) اس بات سے تو اپنے کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور گوشت پوست تمہارے خلاف گواہی دیں لیکن تم اس خیال میں رہے کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ تعالیٰ کو خبر بھی نہیں!“

بہر حال خدا کے سلسلے کی یہ بدگمانیاں خود انسان کے مستقبل کے لیے بری ہیں اور انہی بدگمانیوں کی وجہ سے تمہاری طرف یوں بڑھ رہا ہے کہ ان کو اس کا ہوش ہی نہیں رہتا کہ کل اس کا انجام کیا نکلے گا؟

۵ - مَا كُنْتُمْ أَنْ تَخْرُجُوا وَطَنًا بَلْ كُنْتُمْ مَّا نَعْنَتُمْ حُصُونَهُمْ مِنْ اللَّهِ فَأَتَقَهُمُ اللَّهُ مِنْ
حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَدْ فِى قُلُوبِهِمُ الرَّعْبُ يُجْرِبُونَ بَيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمُ الْمُنِفِينَ

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ (پا۔ الحشر)

”مسلمانو! تم کو (توہم و گمان نہ تھا کہ یہ اپنے گھروں سے) نکلیں گے اور وہ اس خیال میں (مست) تھے کہ ان کے قلعے ان کو خدا (کی پکڑ) سے بچالیں گے تو بعد ازاں ان کو گمان بھی نہ تھا خدا نے ان کو آیا اور ان کے دلوں میں (مسلمانوں کی) دھاک ڈال دی کہ لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں اجاڑنے، اے آنکھوں والو! عبرت پکڑو!“

اپنے وسائل کو خدا سمجھنا۔ وسائل اور ذرائع بنے ہی اس لیے ہیں کہ ان سے کام لیا جائے بلکہ ان سے کام نہ لینا ان کی بے قدری اور خدا کی ناشکری ہوتی ہے۔ لیکن ان پر بھروسہ یوں کرنا جیسے وہ خدا ہوں کہ ان کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کر کے یوں مطمئن ہو رہنا کہ بس اب خدا بھی ان کے سامنے بے بس ہے یا نہیں جو لینا ہے، انہی سے لینا ہے اور جو سزا نا ہے وہی سنواریں گے خدا نا فہمی کی دلیل ہے اور اس کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب اللہ تعالیٰ انسان کو خود ان کے وسائل اور بل بوتے کے حوالے کر دیتا ہے اور جب

جن پر نیکہ تھا وہی پتے ہو ادینے لگے

کاموں طاری ہو جاتا ہے اس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ دراصل انسان کی یہ سب بڑی بھول ہے کہ وہ کبھی اپنی کرسی پر غرہ ہو جاتا ہے اور کبھی اپنے سرمایہ اور جاگیر پر کبھی اپنے جتنے اور کبھی اپنی آل و ولد پر کبھی اپنے علم اور کبھی اپنے ہنر پر، یہ سب چیزیں آپ کے لیے ہیں، آپ ان کے لیے نہیں ہیں کہ ان کی پوجا اور عشق میں خدا کو بھی بھول جائیں۔ ان وسائل اور ذرائع کے ذریعے اگر اللہ سے آپ کا تعلق قائم نہیں ہو پاتا تو سمجھ لیجیے کہ کسی بھی وقت یہ آپ کے لیے فتنہ بن سکتے ہیں حضور کے عہد کے کفار اپنے قلعوں پر بھروسہ کیا اور انہی کے بل بوتے پر فرستادہ خدا کے سامنے اکڑ گئے، تن گئے، مقابلہ کیا اور ڈٹ کر مقابلہ کیا، لیکن بالآخر دنیائے دیکھ لیا کہ وہی قلعے ان کے لیے عذاب بن گئے۔ ادھر ادھر بھاگ سکے نہ جگہ کے بلکہ عسکر اسلام کو بھیڑوں کی طرح وہ سب یکجا مل گئے، قتل ہوئے، جو بچے انھوں نے ہتھیار ڈالے اور حضرت عمرؓ کے عہد میں جب ان کو خیمہ بھی نکلتا پڑا تو ان کو اس کی اجازت دی گئی کہ وہ جتنا کچھ اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں لے جائیں، چنانچہ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے مکان اور قلعے برابر کیے اور ان کے تختے، شہتیرے، بالے اور الماریاں وغیرہ اکھیر کر ادھیر کر لے گئے۔ خا عتبروا یا اُولی الابصار!

خدا کے سلسلے میں لوگوں کی بدگمانیوں کے یہ وہ نتائج ہیں جو پہلے کی طرح آج بھی برآمد ہو رہے ہیں۔ اور ہوتے رہیں گے الایہ کہ خدا کی طرف رجوع کریں، معافی مانگیں اور اصلاح حال کا خدا سے پھر عہد کریں۔

السنة والحديث

عزیز بیدی

اللہ اور اس کا رسول اور آپؐ برا چاہیں؛ غلط سمجھو

۱۔ یَقُولُ مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ الْأَحَدُ ثَمَّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ قُلْنَا بَلَى قَالَتْ لَمَّا كَانَتْ لَيْلَتِي الْقَتَبَ فَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ وَوَضَعَ رِجْلَاهُ وَبَسَطَ رِجْلَهُ عَلَى فَرْشِهِ دَكَمَ يَلْبَسُ الْأَرِيثَ مَا طَفَّ أَتَى قَدْ رَفِذَتْ ثُمَّ انْتَعَلَ رُوَيْدًا وَاحِدًا وَاحْذَرْدَاهُ رُوَيْدًا ثُمَّ مَعَ الْبَابِ رُوَيْدًا وَخَرَجَ وَاجَاهَهُ رُوَيْدًا وَهَبَلْتُ دِرْهَمِي فِي رَأْسِي فَأَخْتَمْتُ وَتَقَعْتُ إِذَا رُمِي وَأَنْطَلَقْتُ فِي أَتْرَجٍ حَتَّى جَاءَ الْبَقِيعُ فَوَضَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ دَا طَالَ الْقِيَامُ ثُمَّ انْعَمْتُ وَالْحُفَّتْ وَاسِعٌ فَاسْرَعْتُ فَهَوَّلْتُ فَخَفِضْتُ فَاحْضَرْتُ وَسَبَقْتُ فَدَخَلْتُ وَلَيْسَ إِلَّا أَنْ فَطْبَعْتُ فَدَخَلَ فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَائِشَةُ رَأَيْتِ، قَالَ سَلِمَانُ حَبِيبُهُ قَالَ حَشِيًّا تَالِ الْخَبْرَيْنِ أَوَّلُ الْخَبْرَيْنِ الْبَطِيفُ الْخَبِيرُ بَلَغَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا ابْنَ أُمِّتٍ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبْرَ قَالَ أَنْتَ السُّوَدَانِي رَأَيْتِ أَمْرِي فَلَهْفَنِي لَهْفَةً أَجْعَلَنِي قَالَ:

أَخْلَنْتِ أَنْ يُحَيِّفَ اللَّهُ عَيْنَاكَ وَدَمُوعُهُ الْعَدِيثُ (رواه النسائي باب الغيرة ص ۹۹)

خدا کا رسولؐ اور اس پر ظلم ہوا۔ محمد بن قیس فرماتے ہیں، میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ کہتے سنا کہ کیا میں تمہیں اپنا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک واقعہ سنائوں؟ ہم نے کہا ہاں! دیکھتا یا کہ میری باری کی ایک رات حضورؐ (عشاء کی نماز سے) واپس تشریف لائے پھر اپنے دونوں جوتے اپنے دونوں پاؤں کے پاس رکھے اور اپنے بستر پر چادر بچھا کر اتنی دیر رکے کہ ان کو اندازہ ہو گیا کہ میں سو گئی ہوں۔ پھر آہستہ سے جوتا پہنا آہستہ سے چادر لی، آہستہ سے دروازہ کھول کر نکلے اور آہستہ سے اسے بند کیا، دوپٹے سے منڈ ڈھانپا اور اپنی چادر اوڑھ کر میں بھی آپ کے پیچھے بولی یہاں تک کہ آپ جنت البقیع میں پہنچ گئے اور دعا کے لیے) تین بار ہاتھ اٹھائے اور کافی دیر دعا کے لیے قیام فرمایا، پھر واپس ہوئے اور میں بھی واپس ہو گئی، وہ جلدی جلدی چلے، میں بھی جلدی جلدی چلی، وہ اور تیز ہو گئے میں بھی اور تیز ہو گئی، اور آپ سے پہلے گھر میں داخل ہو کر لیٹ گئی، پھر آپ بھی آگئے اور کہا، اے عائشہ! سانس کیوں پھول رہا ہے، خود ہی تبارو، ورنہ اللہ تو بخیر

بتا ہی دے گا، میں نے کہا کہ: اے اللہ کے رسول، نذاک ابی وامی، پھر میں نے سارا واقعہ سنا دیا۔ آپ نے (سن کر) فرمایا: ہاں ہاں رات کالی کالی چیز سامنے جاتی ہوئی دکھائی دیتی تھی وہ تمہیں بتیں، پھر آپ نے میری بھتی پر مٹکا مارا جس سے مجھے درد بھی ہوا (اور) فرمایا: کیا تو نے ریگمان کیا کہ اللہ اور اس کے رسول تجھ پر ظلم کریں گے؟ (ایں خیال است و محال است و جنوں!)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باری باری اپنی بیویوں کے ہاں قیام کیا کرتے تھے، جس دن جس کی باری ہوتی، اس رات ان کے ہاں ہی قیام فرماتے، جس رات حضرت صدیقہ کے ہاں قیام فرمایا، اس رات کو جو واقعہ پیش آیا، حضرت عائشہؓ نے اپنے شاگرد طلبہ کو وہ سنایا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عشا کی نماز پڑھ کر واپس آئے تو اپنے کپڑے اور جو تے خاص حساب سے رکھے، کیونکہ خاص پروگرام ملحوظ تھا، جب اندازہ ہو گیا کہ صدیقہ گہری نیند سو گئی ہے، آہستہ سے اٹھ کر بقیع کے معروف قبرستان میں تشریف لے گئے، وہاں دیر تک اللہ کے حضور گڑ گڑا کر اس دیار کے باسیوں کے لیے دعائیں کیں، جب آپ فارغ ہو کر واپس آئے تو صدیقہ بھی واپس آ گئیں مگر دوڑ دوڑ کر سانس بھول رہا تھا، پوچھا تو سب کچھ بتا دیا، اس پر آپ نے فرمایا: اے بھولی! تو نے یہ خیال کیا کہ تجھ سے ہم بے انصافی کریں گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ پیغمبر خدا جو بھی احکام بتاتے ہیں وہ صرف خلق خدا کے لیے نہیں بتاتے کہ وہی کریں بلکہ خود بھی اس کی شدت سے پابندی کرتے ہیں۔ یہاں احکام کے سلسلے میں من و تو کا امتیاز بالکل محال ہے، کیونکہ احکام الہی کی تعمیل عبادت کہلاتی ہے جو اللہ کا پیغمبر ہوتا ہے، وہ سب سے زیادہ اللہ کا فرمانبردار، عبادت گزار اور وفادار ہوتا ہے، خاص کر ان کا یہ پہلو کہ: اس سے یہ تو تعجب کی جاسکے کہ وہ ہذا گان خدا کا استحصال کریں گے، ان کا برا چاہیں گے یا اپنا مفاد سامنے رکھیں گے۔ حد درجہ کی بدگمانی بھی ہے اور رسول ناقصی کی بات بھی۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ!

دنیا میں جتنے دساتیر، قوانین اور زندگی کے لیے خاص طرز حیات، تعامل اور نظم تشخص کیے گئے ہیں یا کیے جا رہے ہیں، ان سب میں کوتاہ فہمی کا بھی امکان رہتا ہے اور خود غرضی کا بھی بلکہ واقعہ ہے کہ ایسا ہو رہا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات ہی اور ہے، وہاں کوتاہ فہمی، بے تدبیری اور خود غرضی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ غور فرمائیں کہ: اگر آپ سے وہ پاکیزہ زندگی کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس سے خدا اور اس کے رسول کو ذاتی حیثیت

میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے، اگر آپ سے کہتے ہیں کہ خدا کے حضور نیاز مندی سے پیش آؤ، تو خدا یا اس کے رسول کا اس کے بغیر کیا ٹکنا ہوا ہے۔ آپ سے اگر وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ: آپ انہلے جنس اور خلقِ خدا کے ساتھ فرماؤ اور انہلے معاملہ کیا کریں یا اس کی خوشنودی کے لیے بندگانِ خدا کی مدد کیا کریں تو آخر اس میں خدا اور اس کے رسول کے لیے کیا رکھا ہے؟ اسی طرح خدا سے وہ کون سی بات ہے جو پوشیدہ رہ باقی ہے کہ اس کے پیش کردہ نظام اور احکام میں کسی قسم کی کمی، جھوٹ یا کسر رہ جائے گی اور دنیا کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ جہاں خدا کے حضور نذرانہ پیش کرنے یا دینے کی جو بات ہے، وہ بھی دراصل خدا سے لینے کی ہی ایک سبیل ہے ورنہ ہمارا خدا ہمارے چند سجدوں، تسبیح و تقدیس کے زبانی نذرانوں اور خیرات کے چند ٹکڑوں کے انتظار میں نہیں ہے۔ نہ ہی اس کے بغیر اس کا کوئی کام رکا پڑا ہے بلکہ وہ ان سب سے بے نیاز ہے۔

خدا در انتظار محمد نیست محمد چشم بر او ثنائیت

خدا مدح افسرین مصطفیٰ لبس محمد حاد حمد خدا لبس

جو لوگ اپنے دور کے قائدین کی زندگی کی طرح پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی تصور کرتے ہیں، وہ اصل میں بہت بڑی زیادتی کرتے ہیں، یہ لوگ تو عموماً کھوٹے کتے ہیں جو بخت و اتفاق کی بات ہے کہ راجح ہو گئے ہیں، ورنہ یقین کیجئے! یہ ردی ہیں، ان کے بدلے میں مٹھی بھر مٹی بھی نہیں مل سکتی یہ تو زنجیریں ہیں، اکسیریں اور قوم کے فتنے خوش آئند تقدیریں نہیں ہیں۔

پیغمبر خدا کا معاملہ ان سب سے جدا ہے اور بالکل جدا، چر نسبت خاک را با عالم پاک؛ امتِ سوتی ہے پیغمبر جاگتا ہے، امتی عموماً مسکراتے ہیں، پیغمبر رات کو اٹھ اٹھ کر خدا کے حضور گڑا گڑا اٹے ہیں، لوگ عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے ہیں، پیغمبر کے چولے میں دود و دھواں تک آگ نہیں ملتی، یہاں انواع و اقسام کے ایلوسات کی ریل پیل رہتی ہے وہاں تن ڈھکنے کے لیے کرتے میں پیوند لگائے جاتے ہیں، یہاں کھانکھا کر سیفے ہو ہو جاتے ہیں، وہاں پیٹ پر دو دو پتھر باندھ کر کر کو سیدھا رکھنا پڑتا ہے۔ یہ حال اللہ اور اس کے رسول جو دیتے ہیں، ہمیں دیتے ہیں، ہماری خاطر اور ہمارے لیے دیتے ہیں اور صرف دینے کے لیے دیتے ہیں۔ ان کا لینا بھی صدا بارو سینے کے لیے ہی کی ایک تدبیرِ ہوتی ہے آپ نے خدا اور رسول سے ہٹ کر صدیاں گزار دی ہیں، مگر خلقِ خدا جہاں بھی وہاں رہی، اب کم از کم دس سال تو خدا اور اس کے رسول کے پاس رہ کر دیکھ لیجئے! اگر آپ کی بگڑاؤ پھر بھی نہ بنے تو پھر خاکم بدن انھیں چھوڑ دیجیے! جدھر چلے رخ کر لیجئے! لیکن دُور دور رہ کر ناسحق

اور بلا حجاز خدا اور اس کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف بدگمانیوں کے چکر چلائیے

۴۔ عَنِ الْيَسُودِ بْنِ مَعْرُومَةَ دَرَّوَاتٍ يُصَدِّقُ كُلَّ رَاجِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبُهُ رَفِیْ حَدِیْثٍ طَوِيلٍ بَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهُ اِذْ جَاءَ سَهْلُ بْنُ عَمْرٍو (دفعی روایت) اَنَّهُ لَمَّا جَاءَ سَهْلُ بْنُ عَمْرٍو وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَهَّلْتُ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ، قَالَ مَعْرُومَةُ قَالَ النَّبِيُّ فِي حَدِیْثٍ جَاءَ سَهْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ هَاتِ اَكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا فَدَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اَلْكَاتِبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْتُبْ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، قَالَ سَهْلُ بْنُ عَمْرٍو اَمَّا الرَّحْمَنُ فَوَاللَّهِ مَا اَدْرِي مَا هُوَ وَلَكِنْ اَكْتُوبُ بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ وَاللَّهِ لَا تَكْتُبُهَا اِلَّا بِاسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْتُبْ بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ، ثُمَّ قَالَ، هَذَا مَا قَامِي عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ، فَقَالَ سَهْلُ بْنُ عَمْرٍو لَقَدْ لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ مَا مَعَدَّ ذُنُكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَانَاكَ وَلَكِنْ اَكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ اِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيَّ اَكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ اَنْ تَخْلَوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَطَوَّفَ بِهِ، فَقَالَ سَهْلُ بْنُ عَمْرٍو وَاللَّهِ لَا تَتَّخِذُ الْعَرَبُ اَنَا اُخَذَ مَا صَغَطَهُ وَلَكِنْ ذَلِكَ مِنَ الْخَافِ الْمَقِيلِ تَكْتُبُ فَقَالَ سَهْلُ بْنُ عَمْرٍو وَعَلَى اَنَّهُ لَا يَأْتِيَاكَ مِنَّا رَجُلٌ دَانَ عَلَى دِينِكَ اِلَّا رَدَدْتَهُ، اِنَّمَا قَالَ الْمُسْلِمُونَ: سُبْحَانَ اللَّهِ كَيْفَ يَرُدُّ اِلَى الشِّرْكِينَ وَقَدْ جَاءَ مُسْلِمًا (دفعی روایت) اِنْ مِنْ جَاءَ مِنْكُمْ لَمْ يَرُدَّهُ عَلَيْكُمْ - مسلم عن انس) بَيْنَمَا هُمْ كَذَا لَكَ مَا دَعَلَ الْوَجْدَالُ بْنُ سَهْلٍ بْنُ عَمْرٍو يَرْسُفُ فِي قُبُورِهِ وَ قَدْ خَرَجَ مِنْ اَسْفَلِ مَكَّةَ حَتَّى رَمَى بِنَفْسِهِ اَهْلَ الْمَسْلَمِينَ، فَقَالَ سَهْلُ بْنُ عَمْرٍو: هَذَا يَا مُحَمَّدُ اَوَّلُ مَا قَامَا ضَيْكَ عَلَيْنَا اَنْ تُرَدَّا اِلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ الْكِتَابَ بَعْدَ مَا قَالَ قَوْلُ اللَّهِ اِذَا كُنَّا اَصْلَاحًا عَلَى شَيْءٍ اَبَدًا قَالَ الْوَجْدَالُ: يَا مُحَمَّدُ الْمُسْلِمِينَ اُرَدُّ اِلَى الشِّرْكِينَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا اِلَّا تَرَوْنِ مَا قَدْ لَقِيتُ وَكَانَ قَدْ عَذَّبَ عَذَابًا سَدِيدًا اِنِّي اللَّهُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَسْتَ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ بَلَى، قُلْتُ اَلْمَسْأَلَةُ عَلَى الْغَنَى وَعَدَدُونَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلَى قُلْتُ فَمَنْ يُعْطَى الْكَذِبَةَ فِي دِينِنَا اِذَا؟ قَالَ اِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَكُنْتُ اَعْصِيَهُ وَهُوَ مَا صِرْتُ قُلْتُ اَوَّلَيْتُ كُنْتُ

تَحَدَّثْنَا أَنَا سَائِرُ الْبَيْتِ فَنُطَوِّفُ بِهِ قَالَ بَلَى فَاخْبِرْتُكَ إِنَّمَا نَأْتِيهِ الْعَامَ قَالَ تَلَّتْ
لَا قَالَ فَإِنَّكَ أَتَيْتَهُ وَمُطَوِّفٌ بِهِ..... فَلَمَّا صَرَ مِنْ قِصَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ تَوَقُّوا فَاخْبِرُوا ثُمَّ احْلِقُوا قَالَ: نَوَى اللَّهُ مَا قَامَ
مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتَّى قَاتَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ..... فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى
قَالَ ذَلِكَ نَعْبُدُكَ وَدَعَا حَارِثَةَ فَعَلِقَتْهُ فَلَمَّا رَأَوْا ذَلِكَ قَامُوا فَخَرُّوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُعَلِّقُ
بَعْضًا حَتَّى قَاتَلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا غَنًا.

ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ
وَهُوَ مُسْلِمٌ فَارْتَلَا فِي طَلَبِهِ رَجُلَيْنِ فَقَالُوا الْعَهْدُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا قَدْ مَعَدَّ إِلَى الرَّجُلَيْنِ فَمُخْرَجًا
بِهِ.....

فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ اسْلَمَ إِلَّا لَقِيَ بَابِي بِصِيرٍ حَتَّى اجْعَلَتْ مِنْهُمْ
عِصَابَةً نَوَى اللَّهُ مَا لَيْسَ مَعُونٌ بِعِيرٍ قَدْ خَرَجَتْ لِقَائِي إِلَى السَّامِرَةِ لَا أَعْرِضُوا لَهَا فَقَتَلُوهُمْ وَ
أَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ فَارْتَلَتْ قُرَيْشٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْتَدْعِي بِاللهِ وَالرَّحِمِ
لَمَّا أَرْسَلَ قَمِيْنٌ أَنَا كَأَنَّهُوَ أَمِينٌ (بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد و
المصالحة الخ ص ۳۳ مسلم ص ۳۵ ملخصاً وملتقطاً)

حضرت نوذر اور مروان سے روایت ہے کہ وہ ایک دوسرے کی بات کی تصدیق بھی کرتے
ہیں دیر ایک ہی حدیث ہے..... وہ (مکرر) آپ سے گفتگو کر رہی رہا تھا کہ ہسبل بن عمرو
(سیف قریش مکہ) آیا اور ایک اور روایت میں ہے کہ ہسبل بن عمرو آیا تو اس نے (رسول خدا) سے کہا
لائیے! اپنے اور تمھارے درمیان میں عہد نامہ لکھوں، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (اپنے)
کاتب (حضرت علی) کو بلا لیا، پھر فرمایا، لکھیے! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، (پس کہ) ہسبل بولا: خدا کی
قسم میں تو نہیں جاننا رہن کیا شے ہے؟ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھیے! جیسا کہ پہلے آپ لکھتے آ رہے ہیں،
اس پر مسلمان بولے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہی لکھیں گے، تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم
دیا کہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ والہی! تیرے ہی نام سے شروع کرتے ہیں، ہی لکھیے! پھر حضور بولے: یہ وہ
عہد نامہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طے کیا، سہیل پھر بولا: اگر ہم آپ کو
رسول اللہ سمجھتے تو بیت اللہ سے آپ کو روکتے اور نہ آپ سے لڑائیاں لڑتے، بلکہ آپ محمد بن عبد اللہ
(عبد اللہ کے بیٹے محمد) لکھیے! اس پر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم میں اللہ

کامیاب رسول ہوں، اگرچہ تم مجھے جھٹلاتے ہو (پھر حکم کیا کہ) محمد بن عبد اللہ (ہی) کیجئے!..... پھر اس (سہیل) سے فرمایا: کہ تم ہمیں بیت اللہ (خانہ کعبہ) کا راستہ دے دو گے کہ ہم طواف کریں، سہیل (حسب معمول) پھر بڑبڑایا: بخدا! (یہ نہیں ہوگا) عرب میں شور مچ جائے گا کہ تم دب گئے، ہاں یہ آئندہ سال ہو سکتا ہے، چنانچہ آپ نے ایسا ہی لکھ لیا۔ پھر سہیل بولا: ہماری طرف سے، یہ شرط بھی ہے کہ، آپ کے پاس ہمارا جو بھی آدمی آپ کا ہی کلمہ پڑھ کر آئے گا آپ کو اسے ہمارے پاس واپس لوٹنا ہوگا، مسلمان بول اٹھے: سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو کر آئے اور اسے مشرکوں کے پاس واپس کر دیا جائے (ایک اور روایت میں ہے کہ: آپ کا کوئی شخص اگر آگیا تو ہم واپس نہیں کریں گے۔ مسلم) یہ معاملہ چل ہی رہا تھا کہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے گرتے پڑتے حضرت ابو جندل (قریش مکہ کے سفیر سہیل بن عمر کے بیٹے) آگئے اور وہ مکہ کی نجلی جانب سے نکل آئے تھے۔ (گفاریہ کہہ کر اس کا پتہ ہی نہ چلا، اور اگر مسلمانوں کے سامنے اپنے آپ کو لاکر پھینک دیا، اس پر سہیل سیخ پا ہو کر بولا۔ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاہدہ کی) یہ وہ پہلی شرط ہے جس پر میں (ابھی) آپ سے عمل درآمد چاہتا ہوں کہ آپ اسے (ابھی ہی) مجھے واپس کریں! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ہم نے معاہدہ طے نہیں کیا (ابھی تو وہ لکھا جا رہا ہے) اس پر سہیل بولا تو پھر بخدا ہم کوئی معاہدہ نہیں کرتے..... (یہ صورت حال دیکھ کر حضرت ابو جندل دھکاتے: مسلمانو! سوچو! میں مسلمان ہو کر (تھکے پاس) آیا ہوں (دیکھیے!) مجھے (اب) مشرکوں کے حوالے کیا جا رہا ہے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ محمد پر کیا گزری ہے (راوی کا بیان ہے کہ) اللہ کی راہ میں انھیں سخت عذاب دیے گئے تھے (اس پر مسلمان بے قار ہو گئے چنانچہ حضرت) عمرؓ بن الخطاب فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا کہ کیا ہم (مسلمان) حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ فرمایا: بالکل! میں نے عرض کی: تو پھر اپنے دین کے سلسلے میں ہم یہ ذلیل شرط کیوں قبول کرنے لگے ہیں؟

حضورؐ نے جواب دیا: میں اللہ کا رسول ہوں، میں اپنی مرضی نہیں کر سکتا (باقی رہا انجام، سو یقین کیجئے! وہ (مذکور) میری مدد کرے گا۔

(حضرت عمرؓ کہتے ہیں) میں نے (پھر) عرض کی: کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں نے آپ سے یہ بھی کہا تھا

کہ ہم اسی سال ہی پہنچیں گے، میں نے کہا نہیں! اس پر آپ نے فرمایا: یقین رکھیے! آپ بہر حال پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

..... جب معاہدہ کر کے آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے صحابہ کو مکہ دیا، اٹھے اتر بانی دیکھیے اور سر منڈائیے (کیونکہ عمرہ کی نیت سے گئے تھے، قربانیاں ہمراہ تھیں) راوی کہتے ہیں کہ بعد ازاں ہم میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا (کیونکہ بظاہر وہ بکری فیصد قبول کرنے سے وہ سخت بدحواس ہو رہے تھے، بہر حال حضرت ام سلمہ کے مشورہ کے مطابق) آپ باہر نکلے، کسی سے بھی بات نہ کی اور جا کر اپنی قربانی دی، سر منڈانے والے کو بلا کر سر منڈایا، جب (شمع رسالت کے پروانے) صحابہ نے دیکھا تو سب اٹھ کھڑے ہوئے، قربانی دی اور سر منڈانے کے لیے اتنا ہجوم ہو گیا کہ ایک دوسرے کے شہید ہو جانے کا اندیشہ ہونے لگا۔

..... پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو قریش کا ایک اور جوان ابراہیم بن مسلمان ہو کر آگیا، جس کے پیچھے پیچھے انھوں نے یہ کہہ کر اپنے دو آدمی بھیج دیے کہ اپنا وہ عہد یاد کیجیے! جو آپ نے ہم سے کیا تھا، چنانچہ آپ نے اسے بھی ان کے حوالے کر دیا اور وہ دونوں ان کے کمرے نکل گئے۔

..... پھر ان ہوا کہ جو بھی قریشی جوان مسلمان ہوتا وہ (مدینہ کے رہائے) سیدھا حضرت ابراہیم سے جا ملتا (جو جان بچا کر بمقام سیف البحر رہے تھے) یہاں تک کہ وہ ایک جھٹان گیا، پھر تریہ حال ہو گیا کہ جب وہ سنتے کہ قریش مکہ کا قافلہ شام کو چلا ہے تو اس کو روک کر، ان کو قتل کر کے لوٹ لیتے (آخر تنگ آکر) قریش نے حضور کو اپنا پیغام بھیجا اور خدا اور قرابت کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کی کہ آپ ان کو بلا لیں (ہم عہد کرتے ہیں کہ) اب جو بھی آپ کے پاس آئے اسے چھٹی ہے۔ (بخاری، مسلم، مختصر)

یہ ایک نہایت طویل روایت ہے، مگر انتہائی بصیرت افروز، خاص کر ان لوگوں کے لیے ایک روشن مشعل راہ ہے جو دین حق کے معاملے میں پہلے اطمینان حاصل کر لینا ضروری سمجھتے ہیں، آپ غور فرمائیں! کہ بظاہر اس معاہدہ کی کون سی شق اور شرط تھی جو مسلمانوں کے لیے باوقار تھی یا یوں کہیے کہ معاہدہ کا کونسا لفظ ایسا تھا جسے مسلمانوں نے بظاہر وہ بکری فیصد نہیں کیا تھا، یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا دوسرا اور ایک صحابی بھی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو اس معاہدہ کو سن کر اس نہ کھو بیٹھا ہو۔ اور روایت کے ان الفاظ کا دقتاً بوضاحت سے

بعض ائمہ نے یہ اخذ کیا ہے کہ غم کے مارے صحابہ کے اوسان یوں خطا ہو رہے تھے کہ اندیشہ تھا وہ ایک دوسرے کا سر منڈتے ہوئے ایک دوسرے کا گلہ نہ کاٹ لیا۔ واقصیہ یہ ہے کہ: معاہدہ میں جو جو ہوا، بظاہر اس میں اطمینان کی کوئی بات نہیں تھی، مگر اسلام کا یہ امر اسے کہ تم بہر حال مطمئن رہا کرو، اور احکامِ دین کی تعمیل کے نتائج کے تم ذمہ دار نہیں ہو، ان کی ڈوری اللہ کے حوالے کر کے چل پڑا کرو، یقین کیجیے اللہ تمہیں ضائع نہیں ہونے دے گا۔ (من یضییعی، ابن ہشام)

جسے عام نگاہیں ایک کمزوری اور ذلت قرار دے رہی تھیں، اسے پیغمبرؐ وجہ طمانیت قرار دے رہے تھے (دھونا صدی بخاری) اور جب تین دن کے بعد حدیبیہ سے واپس پلٹے تو راہ میں آیت اتری اَنَا مُتَحَنِّنٌ لِّكَ مُتَحَنِّنٌ (سورۃ فتح) ہم نے تجھے کھلی ہوئی فتح عطا کی۔ غور کیجیے! جسے دنیا و دین کا معاہدہ تصور کر رہی تھی، اسے پیغمبرؐ خدا نصرت الہی کی ایک سیل قرار دے رہے ہیں اور قرآن اس کا فتح بین کے لفظوں میں اعلان کر رہا ہے اور حدیبیہ سے کہ اسے ایک ایسی فتح و نصرت سے تعبیر فرمایا ہے جس کے ذریعے اگلی پچھلی ساری حسرتیں پوری ہو جائیں گی اور اب تک جو جو کمی رہ گئی تھی اس کی بھی کسر نکل جائے گی، اور یہ معاہدہ ایسی حالت اور خود ثابت ہوگا جس کے بعد دشمن کا کوئی تیر اور کوئی تدبیر نبویؐ کی تکمیل کی راہ میں مائل نہیں ہو سکے گی۔ راستہ میں جو آیات نازل ہوئیں، ان کو اس پس منظر میں جب پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپؐ محسوس کریں گے کہ یہ معاہدہ دین کر نہیں، پوری حکمتِ عملی اور وقتِ نظری کے ساتھ قبول کیا گیا تھا۔

اَنَا مُتَحَنِّنٌ لِّكَ مُتَحَنِّنٌ لِّكَ مَا تَقَدَّرَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأْخُورُ مِنْهُ
نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صَوَاطِلَ مُتَقِيْمًا وَيَنْصُورَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا هُوَ الَّذِي
أَنْزَلَ السِّكِّينَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيُزَادُوا زَيْدًا وَلِيُكْثِرَ نَصْرًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ الْإِيمَانُ مِنْ أَجْلِ النَّبِيِّ
تَعْرِجِي مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَفْرُخُ حُلْدَيْنِ فِيهَا وَيَكْفُرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ
اللَّهِ قَوْلًا عَظِيمًا رَّبِّ (الفتح)

(اے پیغمبرؐ! یہ حدیبیہ کی صلح کی ہوئی) حقیقت میں ہم نے کھلم کھلا تمہاری فتح کرادی تاکہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی ان لغزشوں کی تلافی کرے جو پہلے یا بعد میں صادر ہوئیں، اور آپؐ پر اپنی نعمت کا اتمام کرے اور آپؐ کو مراط متقیم پرے چلے اور یہ کہ اللہ آپؐ کی مؤثر نصرت فرمائے

وہ ذات جس نے مسلمانوں کے دلوں میں طہ نیت "نازل فرمائی تاکہ ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ ہو، اور آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کے لشکر ہیں اور اللہ ہمیشہ سے علیم و حکیم ہے، تاکہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو اس جنت میں داخل کرے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس میں وہ سدا رہیں گے اور یہ کہ ان پر سے ان کی کوتاہیوں کا لوجھا تارھے اور اللہ کے نزدیک یہ عظیم فتح ہے۔"

خود کیجیے! صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں جیسی کچھ دفعات طہ پائی تھیں، اگر ان کو سامنے رکھا جائے تو البیاد باللہ خاتم بدین خدا اور اس کے رسول کی باتیں بظاہر ایک مذاق محسوس ہوں گی کیونکہ جو لوگ وحی الہی کی رہنمائی کے مقابلے میں اپنے اطمینان کی بات کرتے ہیں یا احکام الہی کی تعمیل کے نتائج کی پہلے ضمانت چاہتے ہیں وہ تو یہی کہیں گے کہ چٹ گر جانے کے باوجود وہیں یہ تہ نہ دیا جا رہا ہے کہ: گو نیچے آگئے ہیں تاہم ہماری ٹانگ تو اوپر ہے۔ لیکن خدا اور اس کے رسولؐ نے جو بات کہی، بعد میں حالات نے ثابت کر دیا کہ ہمارے دسواں بھوٹے، ہماری فکر کو نہا ہمارے اندیشے سطحی اور ہماری بے چینیوں ہماری بے خبری کا نتیجہ تھیں، رسولؐ کی طہ نیت، یقین، حکم بصیرت، خدا پر کامل اعتماد کا حاصل تھی اور جو بات خدا کے قرآن نے بتائی وہ کسی مجدد و باری کی بڑ نہیں تھی، بلکہ حکیم مطلق، بینا اور قدیر خدا کا فیصلہ تھا اور اٹل فیصلہ تھا جو بالآخر پورا ہو کر رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ بندوں سے خدا جو مطالبہ کرتا ہے اس سے اس کی اپنی کوئی غرض وابستہ نہیں ہوتی نہ خدا کے رسولؐ کے سامنے اپنی امت کو اندھیرے میں لے جا کر ٹخنہ دینے والی بات ہوتی ہے بلکہ وہ تو چاہتے ہیں کہ یہ باغ جہاں سدا آباد رہے اور بندگان خدا بھی خوش و خرم اور شاد رہیں، بہر حال ہر کام کے کرنے اور ہر مقصد کے حاصل کرنے کے لیے تنہا چاہنا اور چاہت کا فی نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے ایک سلیقہ، ایک طریق کار اور ایک اصول ہوتا ہے مگر یاد رستوں کا اہل رہتا ہے کہ اصولوں کی بات بھڑ میں جائے، خدا کو ہماری خواہش کی بات کرنی چاہیے، یعنی ادھر ہم چاہیں اور ادھر ہو جائے۔ اگر اس راستہ میں طریق کار اور سلیقہ کی دہائی ہوتی ہے تو حیلہ اٹھتے ہیں اور پھر دایلا شروع کر دیتے ہیں کہ: دیکھو جی! آخر وہی ہوا، بات نہ ہی بنی، ہم نے تو پھر ٹھیک ہی کہا تھا کہ یہ کام یوں نہیں ہو گا یوں ہونا چاہیے۔

اسلام نے مسلم اور بندہ مومن کے لیے جو طریق کار تجویز کیا ہے وہ یہ ہے کہ: آپ اپنی توجہ منقسم نہ کریں، ہم جو کہتے ہیں آپ اس کی تعمیل کریں اور نتائج کی ذمہ داری ہم پر چھوڑ دیں

اور اسلام کا یہ مطالبہ ہے کہ پوری طمانیت اور اعتماد کے ساتھ احکام الہی کا اتباع کریں اور ایک غلام کی طرح سود و زریاں سے بے نیاز ہو کر کریں۔ انشاء اللہ آپ بہتر رہیں گے۔ خدا آپ کا بڑا چاہتا ہے نہ اس کا رسولؐ۔

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاَمْنُمْ ؕ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا
(پ۔ ا۔ احسان موع)

”اگر تم لوگ (خدا کے) شکر گزار رہو اور اس پر ایمان رکھو (اور اعتماد کرو) تو خدا کو تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے؟“

ادھر کی آیت میں ”لِيَغْفِرَ“ اور ”ذنب“ تشریح طلب ہیں، علامہ راغب فرماتے ہیں ”انغفر“ کے معنی کسی ایسی شے کے پھینا دینے کے ہیں جو اسے میل کچیل سے محفوظ رکھے (مغفرت) گو یا کہ صلح میریہ کا یہ معاہدہ ایک ایسی ڈھال تصور کیا گیا جس کے بعد کسی ناکافی کے میل کچیل میں ملوث ہونے کا امکان نہ رہا، یہاں ”لَمْ يَزَلْ يَنْفَعُ“ فرما کر یہ بھی تبلیغ کر دی کہ یہ معاہدہ صرف آئندہ کے لیے ضمانت نہیں، مٹی کے سارے دھونے بھی دھو دے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، پہلے کوئی خاطر میں نہیں لاتا تھا، اب واپسی پر دنیائے عظیم تاجداروں اور حکومتوں کو نہ صرف دعوت نامے بھیجے بلکہ اس سے یہ بھی کہہ دیا کہ ”اُمِّلِمُ تَسْلِمُ“ (بخاری) مسلمان ہو جائیے بچ جائیے گا۔

”ذنب“ سے مراد وہ کام ہیں، جن کا انجام اچھا نہ رہے (مغفرت) معصوم کے سلسلے میں اس کا استعمال مجازاً ہوتا ہے۔

وَقَوْمَهُمُ لِلصَّبِيِّ ”اَذْنِبُ“ مجاز (کتاب الفروق لابی ہلال العسکری)

اس لیے حضورؐ کے سلسلے میں بھی اس کا استعمال بطور مجاز ہوا ہے، یعنی وہ امور جن میں غیر ارادی لغزشوں کی وجہ سے ناکامی ہوئی، مطلوب نتائج برآمد نہ ہوئے اور انجام غلط رہا۔ وہ حضورؐ کا ”ذنب“ کہلائے، کیونکہ بعض جگہ انجام اچھا نہ رہا، اس کا بھگتن آپ کے ساتھ آپ کے رفقاء کا کو بھی بھگتنا پڑا، اس پر فرمایا، یہ انجام پچھلے تھے یا حالیہ سب کی تلافی کر دی جائے، سابقہ لغزشوں پر غلط اثرات اور نتائج موقوف کر دیے جائیں گے اور آئندہ کے لیے مزید عنایات شامل حال کر دی جائیں گی، اسے غفران کہتے ہیں۔

قال العسکری،

ان الغفوات لیقتضی اسقاط العقاب و فیل الثواب (کتاب الفروق لابی ہلال العسکری)

بَلَيْتُمْ لِقَمَّتَهُ سَ فَوَؤًا عَظِيمًا تک غفران کے اسی نیک الثواب کا بیان ہے۔ بعد میں بالآخر صحابہ پر بھی واضح ہو گیا کہ جو معاہدہ ہوا وہ واقعی بالآخر ہمارے ہی مفاد میں رہا، اس لیے انہیں بھی طمانیت کی پاشنی سے حاصل ہی کیا جواز دیا دایمان کا باعث بنا۔ بہر حال صلح حدیبیہ کے واقعہ نے یہ بات ثابت کر دی کہ خدا اور رسول کسی کا بھی برا نہیں چاہتے، بظاہر جو احکام اور پرے محسوس ہوتے ہیں، حقیقت میں جان جہاں ہوتے ہیں، اس لیے مسلم کا کام یہ ہے کہ وہ ان کا اتباع کرے اور صرف اتباع، باقی رہے نتائج؟ سودہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، نہ ہی اس سلسلے میں پہلے ضمانت حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یقین کیجیے! سختی تعالیٰ آپ کے اعتماد کو قطعاً ٹھٹھیں نہیں پہنچائے گا۔

خود فرمایئے! اگر صلح کے بجائے بزدل و شرمسیر مکہ میں داخل ہونے کی کوشش کی جاتی تو آتش انتقام میں نہ لینے دیتی۔ جن شرائط پر انھوں نے خود اصرار کیا اور ان سے بالآخر تنگ اگر جب خود ہی انھوں نے سہتیا رد ال دیے تو بات خود بخود امن و امان کی دہشت کے ساتھ پانی نکھیل کو پہنچی۔ یہاں تک کہ مکہ بالآخر قبضہ میں آگیا اور کسی خون خرابے کے بغیر فتح ہوا، جس کے بعد اسلام عالم عرب میں چاروں انگ پھیل گیا اور خدا اور اس کے رسول کی پیش گوئی اور نوید پوری ہو کر رہی۔ جب بظاہر اس تعداد سازگار حالات میں احکام الہی کی تعمیل یہ رنگ لاسکتی ہے تو ناراض حالات میں اس کی برکات اور رحمتوں کا کیا عالم ہوگا، خود ہی اندازہ فرمائیے!

دورِ حاضر میں خدا کی بابت آج اسی اعتماد کا فقدان ہے۔ اسلامی فرامین کی حقانیت صداقت اور ضرورت کا اندازہ کما حقان کو اپناتے اور اختیار کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، خوشے مدار کار ہے اس سے علیحدہ وہ کراسے حاصل کرنے کی کوشش کرنا دانشندانہ بات نہیں ہوتی اس لیے پہلے سچے دل سے تعمیل احکام کا التزام کیا جائے، پھر ان نتائج کا انتظار کیا جائے تو تعمیل احکام سے مترق ہو سکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تعامل بھی ان نتائج کے ظہور کے لیے نہیں ہونا چاہیے بلکہ محض رب العظیم کی رضا اور خوشنودی کے لیے چاہیے، کیونکہ طمانیت اور مقام شہود کا فیضان، اس کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ یہ دولت جس باذرا کی چیز نہیں ہے کہ بلی دے کر خریدی جاسکے، بلکہ جان و دار آرام جان دے کر اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

آج کا مسلم روحانی طور پر قہقاں بیمار ہے پہلے کبھی نہیں تھا، اسے دنیا کی دوسری ہر قوم کی ادا بھاتی ہے اور وہ تمام اقوام عالم کے سیاسی، معاشی، اخلاقی اور تمدنی آداب اور رسومات سے

گہرا عشق رکھتا ہے، اگر اسے یہ یقینی کاروگ لگ گیا ہے تو صرف نظام مصطفیٰ کے بارے میں لگ گیا ہے، اسے خارہ اور گھانا بھی نظر آتا ہے تو کتا بدوست سے تعلق رکھنے میں آتا ہے، چاہتا ہے کہ پہلے اس کا چہرہ دیکھ لوں تو پھر مانوں اور بالکل اسی طرح جس طرح کبھی ایک بد نصیب قوم نے کہا تھا کہ: **لَنْ تَوْمِنَ لَكَ حَتَّى تَوِيَّ اللَّهُ جُفَاءً (بقرة)** ہم تو آپ کو ماننے کے نہیں، جب تک ہم اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ نہ لیں۔ اس پر قہر الہی کی بجلی گری اور وہ برباد ہو گئے۔ **فَاَخَذَ اللَّهُ الصُّلْبَ وَاسْمَ ظُنُورِهِمْ لِيَعْلَمَ اسَ رَبِّهِمْ** سبلی نے آدلوپا اور تم دیکھا کیے۔ آج ہم بھی انہی نادانوں کے روح فرما تاج سے دوپارہیں لگ رہے ہیں اس کا احساس نہیں ہوا۔ **اِنَّا لَنَدُوْنَا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ**۔

محمدؐ کے اشائے پر یہ سِرِ قربان ہو جائے

دکھا دے خواب میں یارب کبھی صورت محمدؐ کی	بہت مدت ہوئی ہستی ہوئے فرقت محمدؐ کی
کوئی انسان کیا جانے ہے کیا عظمت محمدؐ کی	محمدؐ کا خدا کترتا ہے خود مدحت محمدؐ کی
نہیں ثانی کوئی دونوں جہاں میں سبکی رفعت کا	خدا کے بعد وہ ہستی ہے بس حضرت محمدؐ کی
خدا ئے پاک و برتر بھی نہیں پھر چاہتا اسکو	کہ جس بد بخت انسان کو نہیں چاہت محمدؐ کی
حقیقت میں وہی گزشتہ جامِ محبت ہے	ہو ظاہر جس کے قول و فعل سے طاعت محمدؐ کی
محمدؐ کے اشائے پر یہ سِرِ قربان ہو جائے	یہ ہے طاعت محمدؐ کی یہ ہے الفت محمدؐ کی
رخصائے حق محمدؐ کی اطاعت عبارت ہے	سمجھ لے اس حقیقت کو تو اے امت محمدؐ کی
وہی خوش بخت انسان وہی صادق الفت	کہ جس کی مشعل رہ بن گئی سیرت محمدؐ کی

زیاں ساکت، فلم معذور، اندازِ بیاں عاجز
بہت ہے ماوراِ ادراک سے شوکت محمدؐ کی

عبدالرحمن عاظمیٰ مالیک ٹولوی

دارالافتاء

عزیز زبیدی

نورِ مبین

ایک صاحب لکھتے ہیں نور الی حدیث پر آپ کا تبصرہ پڑھا، اگر وہ ضعیف ہے تو کیا ہوا، قرآن جو کتب ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔

”یعنی اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آئی۔“

کیا آپ کے لیے یہ کافی نہیں ہے؟ (ضلع سیالکوٹ)

الجواب

آیت میں جس نور کا ذکر ہے اس سے بھی کتاب مبین ”قرآن پاک“ ہی مراد ہے، خدا اور رسولؐ نے قرآن کو ہی نور کہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

قُلْ هُوَ النُّورُ الْحَكِيمُ - ۱۔ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ (پہ۔ الامواج)

”تو جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا۔“ (ترجمہ احمد رضا خاں)

یعنی نبی پاک کے ساتھ جو نور یعنی قرآن اترا اس میں قرآن کو ”نور“ کہا گیا ہے۔

۲۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَدَّجَاءُكُمْ بَوَّهَاتٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَانزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (پہ۔ النساء)

”اے لوگو! ابے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف

روشن نور اتارا۔“ (ترجمہ احمد رضا خاں)

”نور اتارا“ پر حاشیہ ملا دے کر لکھا ہے ”یعنی قرآن پاک“ (ترجمہ احمد رضا خاں)

۳۔ خَا مَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أُنْزِلَ رَيْثًا۔ (تغاب)

”تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس نور پر جو ہم نے اتارا“ (ترجمہ احمد رضا خان)
آیت کا ترجمہ بھی ہم نے نہیں کیا بلکہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کا ترجمہ نقل کیا ہے تاکہ ممکن
شبہ نہ رہے۔ کیا آپ کو ان آیات کے ماننے میں تاثر ہے؟

رسول کریم - عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم: إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ هُوَ حَبْلُ اللَّهِ الْمَتِينُ وَهُوَ اللَّهُ الرَّبُّ الْمُبِينُ۔

وَهُوَ الشِّفَاءُ الشَّافِعُ عَصَمَةُ لِمَنْ تَصَلَّتْ بِهِ وَنَجَاةٌ لِمَنْ تَبِعَهُ رَابِعٌ كَثِيرٌ (۳۹)
حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
یہ قرآن، وہی اللہ کی مضبوط رسی ہے اور وہی نور مبین ہے۔ وہ نفع دینے والی شفا
رکی پڑیہ ہے، جس نے اس کا دامن تھام لیا وہ محفوظ رہا اور جس نے اس کا اتباع کیا، وہ چٹکا کا
پا گیا۔

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی قرآن پاک کا ہی نام نور مبین بتایا ہے۔ اب آپ
کے لیے اس میں شک کرنا مناسب نہیں ہے۔
نور کے معنی۔ اصل میں آپ نور کا مفہوم بھی نہیں سمجھے، نور سے مراد وہ روشنی نہیں ہے جو آپ دیکھتے
ہیں، مثلاً سورج کی روشنی، چاند تاروں، آگ اور چراغ کی روشنی وغیرہ۔ اس سے مراد علم و ہدایت
کی روشنی ہے۔ کیونکہ جہات اور ضلالت کو اندھیرے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اگر اس سے وہی معروف روشنی مراد ہے تو پھر قرآن کریم کے الفاظ تو دیے روشن نہیں
ہیں، نہ سننے میں نہ دیکھنے میں، جیسے سورج کی دھوپ وغیرہ۔ یہی کیفیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی ہے کہ خود آپ کو بھی چراغ کی بتی کی ضرورت پڑتی تھی۔ ورنہ آپ سب جانتے ہیں کہ سورج
کبھی بھی دوسرے چراغ کا ضرورت مند نہیں رہا۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ حضور کو اللہ نے چراغ منیر
دھچکا دینے والا چراغ یا آفتاب سے یاد بھی فرمایا ہے لیکن اس کی ظاہری شکل سے اس کی
تائید نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے دوسروں کو چھکا دینے والے سے مراد ہدایت دینا ہی ہے۔ علم و ہدایت
معنوی نور ہیں، مشہور معنوں میں نور نہیں ہیں، اگر آپ انہی معنوں میں نور تھے جن معنوں میں سورج
وغیرہ ہیں تو آپ کو جب خاک میں چھپانے کا تکلف نہیں کرنا تھا، کیونکہ یہ بناوٹ ہے اور حضورؐ
بناوٹ جیسے تکلف سے پاک ہیں: فرمایا،

وَمَا نَسَا مِنَ التَّكْلِيفِ (مِیَا - سورۃ ص ۳)

اگر نبی اور خدا بھی تکلف اور تصنع میں پڑ گئے تو پھر خدا کی مخلوق اور رسول کی امت کا تو خدا ہی حافظ — خاص کر جب کفار آپ کی بشریت پر باتیں بنائیں، اس وقت بھی حقیقت حال سے پردہ نہ اٹھاتا بلکہ امرار سے یہی کہے جاتا کہ میں انسان ہوں اور صرف انسان، خاتم بدین خدائی جعل سازی کی ایک عجیب شکل ہے جس سے ذات پاک اور رسول پاک دونوں پاک اور منزہ ہیں۔ بلکہ بعض اوقات یہ معذرت بھی کر دینا کہ بھئی! میرے پاس جھوٹے مقدمے نہ لے آنا، میں ایک انسان ہوں، چرب زبانی کے بدلے میں اگر فیصلہ کر بیٹھوں تو انہی عجیب قسم کا اعیانہ بالذات خدا ہے جس سے ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالکل پاک تھے۔ وہ جو تھے وہی دنیا کو بتاتے اور دکھاتے بھی تھے۔ اگر آپ انسان نہ رہیں تو ہماری طرف آپ کی بعثت ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ خدا نے کہا ہے کہ وہ اپنی ہم جنس کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ گویا کہ رسول پاک کے یہ نادان دوست آپ کی نبرت کو بھی شکوک بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو!

در اصل یہ ظاہر بین لوگ ہیں، ان کو اندازہ نہیں کہ انبیاء کرام ایک ایسا معنوی نور ہدایت پر ہوتے ہیں، جن کے سامنے اللہ کے ماسوا اور جتنے انوار اور تجلیات ہیں، سب میج ہیں۔ ظاہری روشنی اس باطنی اور معنوی روشنی کے سامنے بالکل بے حقیقت ہے جس کے حامل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوتے ہیں۔ ان نادان دوستوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ کا نور ہونا بھی ان معنوی میں نور نہیں ہے جو ہم جانتے، پہچانتے اور دیکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام انوار اور تجلیات مغفوق ہیں۔ خدا ازلی اور ابدی ہے۔ قدیم ہے۔ جو لوگ خدا کو بھی انہی انوار اور تجلیات کا خدا تصور کرتے ہیں وہ خدا کو معروف معنوں میں نور کہہ کر، خدا کی قدامت کو غارت کر ڈالیں گے۔

اصل میں یہ بے بنیاد باتیں ہیں جو صرف اُن پڑھ لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈالنے کے لیے یا ان کا استحصال کرنے کے لیے کی گئی ہیں۔ حالانکہ اب دوران مٹلوں کا نہیں ہے۔ اب نور و نور اس امر کی ہے کہ دنیا کو اس نور ہدایت کے چھپے چلنے کے لیے کہا جائے۔ جو وہ لے کر آئے تھے مگر اس کا ان دوستوں کو ہوش کہاں۔ انا للہ!

● خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعین نہ ہو سکے گی۔

● محدّث میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں اور خدا کا مجبور ہوں۔

● محدّث کے پانچ مستقل خریدار بنانے والے کو ایک سال کیلئے محدّث مغفّت جاری کیا جائیگا دینیچس

حدیث نور کی تحقیق

حدیث کے پچھلے کسی شمارہ میں راقم الحروف نے "حدیث نور" کے سلسلے کے ایک استفتاء کے جواب میں کچھ گزارشات عرض کی تھیں، مندرجہ ذیل مضمون گویا کہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اگر قارئین اس سے اُسے ملا کر پڑھیں گے تو مزید شرح صدر ہوگی ان شاء اللہ۔

نور والی حدیث مقطوع السند اب تک نقل ہوئی آ رہی ہے، اس لیے ہم ایک مسلم کی حیثیت سے اس کا مطالعہ کرنے کے مکلف نہیں ہیں، کیونکہ حضور کا ارشاد ہے کہ سنی سنائی باتوں کے پیچھے نہ پڑ جائے (مسلم)

اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو بھی اس کے معنی وہ نہیں جو ادھام پرست طبقہ اپنے جذبات کی تلکین کے لیے گھڑنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں نور اصل میں روشنی اور وضوح کے ایک ایسے درجہ اور کیفیت کا نام ہے، جس سے خدا کی مرضی، نسا، غصہ اور ناراضگی، حق اور باطل، مفاد و نافع، عذاب اور ثواب، دنیا اور آخرت میں عزت اور ذلت، خیر اور شر کی دنیا کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ اس لیے ایمان، قرآن، تورات، وحی، نبوت، رشد و ہدایت جیسے تمام مفاد کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر معروف مضمون میں یہ نور ہوتے تو آپ جانتے ہیں کہ پھر قرآن اور نبوت نے تو اس معنی میں ہم پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ اور دوسری ظاہری روشنی میرے اس سے رشد و ہدایت کے بچانے میں کسی کو کوئی مدد نہیں ملی، بلکہ ہم نے دیکھا ہے کہ جن کے گھروں میں سب سے زیادہ یہ مادی روشنی ہوتی ہے بلکہ جن کے ایوان مادی روشنی کی وجہ سے بفقہ نور بنے ہوتے ہیں وہی ظلمات، جہل، غفلت کی تاریکی اور فسق و فجور اور کفر و دوسومات کے اندھیروں کا سب سے بڑے نشیمن اور نشان بھی ہوتے ہیں۔ اقبال نے اسی حقیقت پر یوں روشنی ڈالی ہے ۵۰

جس نے سورج کی شانوں کو گرفتار کیا

زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اس لیے جو لوگ نور نبوت کو ظاہری نور بنا کر حضورؐ سے "انسانیت کبریٰ" کا مقام جھیننے میں مصروف

ہیں، وہ دراصل حضور کے مقام و مرتبہ کو گوارا ہے ہیں، اور دشمنانِ دین کو انکارِ رسالت کی ایک بنیاد فراہم کر رہے ہیں کہ جس پاک ہستی کو نوح انسان کی طرف مبعوث ہونا تھا، اس کے متعلق تو حضرت ابراہیم، تورات، انجیل اور قرآن حکیم نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ نوعی طور پر ان کا ہم جنس ہوگا اور محمد عربیؐ نذلاء ابنی دامنِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں مسلم مدعی ہیں کہ وہ انسان نہیں ہیں نور ہیں، اس لیے وہ ہمارے طرف مبعوث ہی نہیں ہوئے، لہذا ہم ان کا کلمہ پڑھنے کے پابند بھی نہیں ہیں، اس کے علاوہ مسلم حضور کے سلسلے میں جن کمالات کا ذکر کرتے رہتے ہیں، ان میں بھی کوئی قدرت باقی نہیں رہے گی، کیونکہ بھوکے رہے تو ان کا کیا کمال، نور کو کب بھوک لگتی ہے، زخم کھائے تو دھوپ اور چاندنی پر کب کسی گولی نے اثر کیا ہے، رات بھر جاگے تو کیا ہوا، کب کوئی روشنی منحوس نظر آتی ہے، رات دن اللہ اللہ کیا تو کیا کمال، خرتے کب دم لیتے ہیں۔ الغرض جو بھی کمال بیان کیا جائے گا، وہ کمال کی بجائے پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اللہ ایک فراڈ بن جائے گا۔ اس لیے جن نادان دوستوں نے نورؐ دریافت کیا ہے، انہوں نے راسل رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقیدت اور ارادہ مندی کا کوئی حق ادا نہیں کیا بلکہ ان کے سلسلے میں مزید ایسے سائل پیدا کر ڈالے ہیں، جن کی وجہ سے پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہی موضوع بحث بن کر رہ گئی ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ پیغمبرِ خدا کو سمجھنے کے لیے جاہلی پیماؤں سے کام لینے کے بجائے عقل و ہوش اور سنجیدگی سے کام لیا جائے، ایسی عقیدت کو بھار میں ڈال دینے جس کے ہاتھوں آپؐ کی ذات ہی شکوک و شبہات کا ہدف بن کر رہ جائے۔

(دعویٰ زریبیہ)

الجواب :

أَدُلُّ مَا خَلَقَ اللَّهُ مُحَمَّدٌ مِّنْ M

صحیح حدیث یہ ہے :- اول ما خلق الله الفلک

- ۱۔ ترمذی کتاب ۴۴ ب ۶۸
- ۲۔ ابوداؤد کتاب ۳۹ ب ۱۶
- ۳۔ مسند زید بن علی جلد ۹
- ۴۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳۱۴
- ۵۔ مسند ابوداؤد طیالسی ج ۵، ۵۷
- ۶۔ حلیۃ الاولیاء للابی نعیم جلد ۱۸۱

۷۔ تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۱۳۰ - تاریخ طبری جلد اول ص ۱۳۰ مطبع حسینیہ بمصر

۹۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد اول ص ۱۰ - تاریخ الکامل لابن الاثیر جلد اول ص ۱۳۰

مورخ طبری نے ایک باب باندھا ہے۔ القول فی ابتدا الخلق ما کان اولہ
اس میں ایک حدیث حضرت عبادہ بن الصامت سے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال اول ما خلق اللہ القلم ووسمی حدیث ابن عباسؓ سے بھی ان ہی الفاظ کے ساتھ آتی ہے بلکہ حضرت
ابن عباسؓ سے تو متعدد احادیث آتی ہیں۔

اس کے بعد لکھا ہے ذکر من قال ذالک جو حدیث نہیں بلکہ محمد بن اسحاق کا قول ہے۔
اول ما خلق اللہ عز وجل النور والظلمۃ ثم میز بینہما فجعل الظلمۃ لیلاً اسود
مظلماً وجعل النور نهاراً مضیاً مبصوا۔ محمد ابن اسحاق نے کہا۔

یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور اور ظلمت کو پیدا کیا تو نور سے مراد دن اور ظلمت
سے مراد رات۔ مورخ طبری لکھتے ہیں۔ قال ابو جعفر داوی القولین فی ذالک عندنا
بالصواب قول ابن عباسؓ للعباس الذی ذکرہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انہ قال اول شیء خلق اللہ القلم۔

دو یعنی مورخ طبری کے نزدیک ان دونوں میں سے وہ حدیث صحیح ہے جو حضرت ابن عباسؓ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے کہ اول ما خلق اللہ القلم۔
شیخ حفصہ کا ایک رسالہ میرے پاس حدیث نور نامی ہے۔ جس میں متعدد روایات
خلقت اذا وعلی من نور واحد۔

”یعنی میں اور علی ایک ہی نور سے پیدا کیے گئے ہیں“

۱۔ کتاب الامالی والخاص وعیون اخبار الرضا وکتاب الخصال از شیخ صدوق وبخاری الاوار
ملا باقر مجلسی وکتاب طبقات الانوار۔

اس قسم کی روایات شیعہ حضرات کی کتابوں میں آتی ہیں جو ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہیں
مولوی محمد عمر چھوڑی اپنی کتاب مقیاس نور میں لکھتے ہیں عبد الرزاق نہایت پایہ کا محدث ہے
اس نے اسے درج کیا ہے حالانکہ ہم ابھی ثابت کر آئے ہیں کہ یہ حدیث مصنف عبد الرزاق بن قطنی

سے ہم نے بھی مصنف عبد الرزاق کا مطالعہ کیا ہے، کہیں نہیں ملے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی کسی دوسری تصنیف میں ہو۔
مثلاً تغیر عبد الرزاق یا جامع عبد الرزاق وغیرہ لیکن ہم یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتے کہ عبد الرزاق نے (باقی بر منقول آمد)

نہیں ہے۔ آگے چل کر ایک اور فرضی دلیل دیتے ہیں کہ جبریلؑ آنحضرتؐ کو پہلے آسمان پر چھوڑ کر رک گئے اور اس کے بعد آنحضرتؐ تنہا سدرة المنتہی کی طرف پرواز کر گئے۔ یہ آپؐ کے نور کی بین دلیل ہے۔

الجواب روایت اچھڑی صاحب نے کہاں سے لی؟ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں آئی بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت جبریلؑ ہر جگہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہے اور جنت دوزخ ہر چیز آپؐ کو جبریلؑ ہی نے دکھلائی بلکہ جبریلؑ کو آپؐ نے اصلی صورت میں دیکھا۔ پھر سو پرول سے سارا آسمان ڈھک گیا تھا۔ یہ اچھڑی صاحب کا اللہ اور اس کے رسولؐ پر افتراء ہے جو کہ صحیح احادیث کو چھوڑ کر کسی شاعر کے قول کو پلے باندھتے ہیں۔ احادیث صحیحہ کے مقابل روح البیان وغیرہ کا قول قطعی معتبر نہیں ہو سکتا۔

اچھڑی صاحب آگے چل کر متدرک حاکم جلد ۲ ص ۶۱۵ و ۶۱۵ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ آنحضرتؐ پر ایمان لا اگر اس کا زمانہ پالے تو اور تیری امت سے جو ملے اسے محمدؐ پر ایمان لانے کا کہہ۔ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو جنت ہوتی نہ دوزخ ہوتا۔

علامہ ذہبی جن کی جلالت شان کا اعتراف مولانا احمد رضا خاں بھی کرتے ہیں اس حدیث متعلق تمییز المستدرک جلد ۲ ص ۶۱۵ میں لکھتے ہیں۔ قلت اظنہ موضوعاً میں اسے موضوع (من گھڑت رتلہ) سمجھتا ہوں۔ اسی طرح دوسری حدیث متدرک جلد ۲ ص ۶۱۵۔ بحسب حضرت آدمؑ سے خطا سرزد ہوئی تو آدمؑ نے کہا یا اللہ بحق محمدؐ مجھ کو معاف کرے۔

اس حدیث کے متعلق بھی علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ موضوع ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ اور ان کے دونوں شاگردوں کے نزدیک بحق نبی یا بحق رسولؐ کہہ کر دعا مانگنا مکروہ بلکہ اقرب الی الحرام ہے۔ ملاحظہ ہو کتب فقہ حنفی۔

- ۱۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ ص ۳۱۸
- ۲۔ ہدایہ جلد ۴ ص ۳۲۶ کتاب الکرامیہ
- ۳۔ درختہ شرح وقایہ ص ۵۶۹
- ۴۔ شرح فقہ اکبر للملا علی قاری ص ۱۶

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہیں بھی اسے روایت نہیں کیا، سوال یہ ہے کہ اس کی سند کیا ہے؟ کیونکہ ان کی اسانید میں ہر قسم کے راویوں کی بھرمار ہے، خدا جانے وہ کیسی ہو، اگر صحیح بھی ہو تو عیساکرہم نے نوٹ میں بتایا ہے، اس کے معنی وہ نہیں ہیں (زبیدی)

لہ قال القزويني: وانما صح في الاخبار انها واداة الى سدرة المنتهى فحب اما الى ما درأها و فلم يصح و انما ورد ذلك في اجاز ضعيفة او منكوة لا يعرج عليها (غاية المقال لعبد الحق) اس سے معلوم ہوا کہ سدرة المنتہی کے پرے جانے کی باتیں، قصہ خوافوں کے قصے ہیں، حدیث نہیں ہے۔ (زبیدی)

تباکو نوشی کے متعلق علمائے حجاز کے فتاویٰ

آج کا نوجوان کئی فضول اور یہودہ عادات کا عادی ہے۔ ان میں سے ایک عادت تباکو نوشی بھی ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹروں اور یونانی حکماء نے مفقہ طور پر فیصلہ دیا ہے کہ یہ صحت انسانی کے لیے تباہ کن اور مہلک ہے۔ اس کے پینے سے انسان کے جسم میں نہ تو خون کی نشوونما میں مدد ملتی ہے اور نہ ہی اس سے گوشت پوست کا کچھ بھلا ہوتا ہے بلکہ اس سے نظام اعصاب شدید متاثر ہوتے ہیں جس کے باعث اعصاب قوی خفیف و نزار ہو جاتے ہیں اور ایک مہینہ سالہ نوجوان اپنی اعصابی کمزوریوں کے باعث ایک سن رسیدہ اور معمر انسان کی طرح کام کاج سے کئی کتر اتنا اور آرام کا طالب ہوتا ہے۔ کبھی تو تباہی کی حفاظت کی کمزوری کی شکایت کرتا ہے، کبھی اعضا خشکی محسوس کرتا ہے۔ پھر علاج کو اٹھ دوڑتا ہے، کبھی درد سر رفع کرنے کے لیے اسپرین استعمال کرتا ہے اور کبھی چائے کا استعمال ضروری سمجھتا ہے مگر اصل مرض سے نا آشنا رہتا ہے۔ وہ ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف رجوع کرتا ہے مگر پرناہ وہیں رہتا ہے۔ کیونکہ مرض کا جو اصلی سبب ہے وہ بدستور جاری رہتا ہے یعنی تباکو نوشی۔

دیے تو یہ جسم کے کسی حصہ کو بھی فائدہ مند نہیں ہے لیکن پھیپھڑے کے لیے شدید نقصان دہ ہے۔ اس کے کثرت استعمال سے پھیپھڑے میں ایک پھوٹا جھم لیتا ہے جسے سلطان الوئیہ کہتے ہیں۔ برطانیہ میں ۱۹۵۷ء میں ایک طبی بورڈ بنایا گیا تھا جس کا مقصد اس کی مفرات پر ریسرچ کرنا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ کثرت اموات کی واحد وجہ پھیپھڑے کا سرطان ہے جو تباکو نوشی سے جنم لیتا ہے۔ نیز انھوں نے بتایا کہ ۱۹۶۲ء میں ایک سال میں ۲۳ ہزار انسان پھیپھڑے کے سرطان کی وجہ سے تھک اہل ہوئے۔ سگریٹ نوشی اور تباکو خوری کے متعلق ماہرین صحت نے فیصلہ دیا ہے کہ یہ انسانی صحت کے لیے نہایت مضر ہے اور اس سے سرطان کا مرض پیدا ہو سکتا ہے۔ اس فیصلے کے بعد امریکہ، یورپ اور ہندوستان میں یہ قانون بن گیا ہے کہ سگریٹ کے ہر پکیٹ پر لازماً یہ لکھا جائے کہ سگریٹ نوشی آپ کی صحت کے لیے مضر ہے۔ ہمارے ملک کے ارباب بست و کشاد کو خصوصاً اور

کے سربراہ کو بھی عثمان توجہ اس طرف منطقت کرنی چاہیے اور مذکورہ بالا غیر مسلم حاکم کے اس فیصلہ کی تقلید کرنی چاہیے بلکہ ان سے بھی آگے بڑھ کر ایک ایسا قانون نافذ کریں جس کی مدد سے کم از کم بیس سال کی عمر تک سگریٹ نوشی کی قطعی ممانعت ہو۔ علاوہ ازیں اس میں اتلاف مال ہے حالانکہ خداوند تعالیٰ نے مال ضائع کرنے اور اس میں اسراف و تبذیر سے سختی سے منع کیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرمایا

وَلَا تَبْذِرْ رُبَّنَّ يَوْمًا (بنی اسرئیل)

دوسرے مقام پر فرمایا، اَكْلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِخُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِخِينَ (الاعراف)

”کھاؤ اور پیو لیکن فضول خرچی مت کرو کیونکہ وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

مرد و کائنات نے بھی مال ضائع کرنے سے روکا ہے۔ آپ ہی بتائیے کہ اپنے مال کو خود اپنے ہاتھ سے آگ لگا کر جلانا اس سے بڑا فساد اور کیا ہو سکتا ہے؟ کیا دانشوروں اور خود مندوں کو زیب دیتا ہے کہ اپنے مال کو اپنے ہاتھ سے جلا کر خاکستر کریں۔

اس کی بڑھاپہ کر یہ ہوتی ہے، تبکۃ نوش کے پاس دوسرا آدمی نہیں بیٹھ سکتا کیونکہ اس کے دھوئیں سے اس کا سر جیکر لے لگتا ہے، جی ملتا ہے اور بسا اوقات کھانسی آنے لگتی ہے۔ مگر نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سگریٹ نوش اپنے پاس بیٹھے ہوئے ساتھیوں کا قطعاً لحاظ نہیں کرتا بلکہ موٹر ٹانگہ اور ریل گاڑی میں بیٹھ کر سب سے پہلا کام سگریٹ نوشی کا کرتا ہے اور ساتھ والے مسافروں کی اذیت کا باعث بنتا ہے۔ راقم الحروف کے ساتھ کئی مرتبہ ایسے واقعات پیش آچکے ہیں۔ بالآخر تنگ آکر اسے سگریٹ بجھانے کی استدعا پر مجبور ہونا پڑا۔

بودا و چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت نفرت تھی۔ بقائے نام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کچا پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا کیونکہ ان کے کھانے سے منہ سے بول آتی

لہ صرف منع نہیں بلکہ فرمایا: وہ مسجد میں نہ آئے۔ فلا یا تین الساجد (مسلم ۲۹۹) اگر کوئی شخص کھا کر آجاتا تو اسے مسجد سے نکلوا دیا جاتا: اذا وجد ريحهما من الرجل في المسجد فاخرج به (مسلم ۲۱۰) صرف یہ نہیں کہ بعد کے نکال دیا جاتا بلکہ گھر کے بجائے دروازے کے معروف قربان بقیع کی طرف نکال دیا جاتا (ترمذی) فاخرج به الى البقيع (مسلم ۲۱۰)

حالانکہ آپ نے ان کو حرام نہیں کہا بلکہ ان کی بوسے نفرت کی ہے چنانچہ اس کے خلاف اس شدید رد عمل کا نتیجہ نکلا کہ صحابہ ان کو ”حرام کہنے لگ گئے مگر آپ نے فرمایا کہ میں انہیں حرام نہیں کرتا بلکہ اس کی بوسے نفرت کرتا ہوں۔ فقال الناس حرم حرمت فبلغ ذاك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال يا ايها الناس فادعوا في تحريم ما احل الله في ذلكها بشجرة اكرة

ديحها (مسلم ۲۱۰) عزیز زبیدی

ہے۔ پاکیزہ اشیاء کا یہ حال ہے کہ بڑی دیر سے انھیں کھا کر مسجد میں آنے کی اجازت نہیں تو ایسی شے جو کالات اور مشروبات کے زمرہ میں سے نہیں بلکہ ایک زہریلی اور بدبودار بوٹی ہے جسے جو ان بھی کھانا پسند نہیں کرتے اسے کھانے پینے کی اجازت کب ہو سکتی ہے؟

بعض لوگوں کا اس معاملہ میں نقطہ نظر یہ ہے کہ تباکوان اشیاء میں سے ہے جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ حالانکہ یہ ان کی غلام خیالی ہے کیونکہ اس کا استعمال آپ کے عہد مبارک میں نہیں تھا بلکہ ایک ہزار سال بعد ہوا۔ ان لوگوں نے اتباعِ ہویٰ کے جال میں پھنسنے کی وجہ سے اس میں جواز پیدا کرنے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں لگی ہیں اور سند جواز پیش کرنے کی ناکام دوڑ و دوپ کی ہے جو صرف تکلفات پر مبنی ہے، بہر حال یہاں پر چند مستند علماء کے فتاویٰ پیش کرنا مقصود ہے جو اہل بصیرت اور حقیقت کے متلاشیوں کے لیے کافی ہیں۔ لہذا یہ فتاویٰ جو ایک ہفت روزہ عربی رسالہ ”الدعوة“ سے منقول ہیں پیش خدمت ہیں۔ یہ رسالہ ریاض میں شائع ہوتا ہے۔ یہ شمارہ نمبر ۶۰۲ بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ ہے۔

۱۔ فضیلۃ الشیخ محمد بن ابراہیم سعودی حکومت کے سابق مفتی کا فتویٰ۔

مجھ سے تباک کے متعلق سوال کیا گیا کہ جاہل اور کوتاہ اندیش اس پر فریفتہ ہیں اور کثرت سے استعمال کرتے ہیں اس کی علت و حرمت کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب۔

ہمارے نزدیک، ہمارے مشائخ، ہمارے مشائخ اور ان کے مشائخ کے نزدیک اور تمام محققین علماء کے نزدیک جو عام شہروں میں سکونت پذیر ہیں اس کا استعمال شراباً و کلاً حرام ہے۔ یہ حرمت کا فتویٰ علماء نے اس وقت صادر کیا تھا۔ جب کہ سنہ ۱۲۸۷ھ کے لگ بھگ یہ بوٹی معرض وجود میں آئی تھی۔ یہ فتویٰ اصولِ شریعت اور حفظانِ صحت کے اصولوں کو مد نظر رکھ کر دیا ہے۔ کتاب و سنت اور عقل سلیم بھی اس کے متقاضی ہیں کہ اس پر حرمت کی مہر ثبت کی جائے اور مستند اطباء کی رائے بھی یہی ہے۔

فتویٰ کی اصل عبارت مندرجہ ذیل ہے:

سئلت عن حکم التباک الذی اوجع بيشربہ کثیر من العجاء و السفهاء و ما یعلم کل احد تعوینا یا ۵۔ نحن و مشائخنا و مشائخ مشائخنا و مشائخهم و کافة المحققین سواہم من العلماء فی عامۃ الامصار من لدان و جودہ بعد الایف بقتل کاعواک

ونحوها حتی یومئذ ۱۱ استناداً علی اصول الشریعۃ والقواعد الموعیۃ و تحویله بالنقل
الصحیح والعقل الصریح و کلام الاطباء المعتبرین الی آخر کلامہ۔

۲۔ قضیۃ الشیخ عبدالرحمن سعدی کا فتویٰ۔ آپ فرماتے ہیں کہ تبنا کو نوشی اور تبنا کو کی تجارت
اور اس میں اعانت کرنا تمام امور حرام ہیں۔ کسی مسلمان کے لیے اس کا پینا جائز نہیں اور دیگر
طریقوں (نسوار وغیرہ) سے بھی اس کا استعمال ممنوع ہے۔ اس کی تجارت بھی ناجائز ہے جو
شخص تبنا کو پینے یا کھانے کا عادی ہو چکا ہو اسے چاہیے کہ بارگاہ ایزدی میں غلوں و مذہب سے
توبہ کرے جس طرح دیگر گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمومی نص میں شامل ہے جو
اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ یہ لفظی اور منہوی عموم کو شامل ہے۔ اس میں دنیا اور مالی نقصان
الگ ہے اس کی حرمت کے لیے ایک نقصان کافی ہے۔ لیکن جس میں ہر طرح کا نقصان ہو اس کا
کیا حال ہوگا؟ پھر اس کی حرمت کے دلائل بیان کیے ہیں۔

فتویٰ کا اصل متن درج ذیل ہے۔ قال اما المدخان شربہ والاتجار بہ والاعانة
علی ذلک فهو حرام لا یحل لمسلم تعاطیہ شریاً واستعمالاً واتجاراً و ادعی من کان
یتعاطا ان یتوب الخ اللہ تعالیٰ توبۃ نصوحا کما یجب علیہ ان یتوب الی اللہ تعالیٰ من
جیمع الذنوب و ذلک انه داخل فی عموم النص المسئلۃ علی التحریم و داخل فی لفظها
العام و فی معناها۔ و ذلک لمضاۃ الدینیۃ والبدنیۃ والمالیۃ المتی تکفی یعضہا فی
الحکم بتعویبہ فکیف اذا اجتمعت۔

۳۔ فقہائے خفیہ کے ایک متبحر عالم شیخ محمد عینی کا فتویٰ۔

انھوں نے ایک کتاب مرتب کی ہے جس کا نام الجواب الحسن فی تعویب المدخان والبتن
ہے۔ اس میں انھوں نے تبنا کو نوشی کی حرمت چار وجوہات سے بیان کی ہے۔

۱۔ یہ صحت کے لیے مضر ہے۔ جیسا کہ مستند حکماء اور ماہر اطباء کا رائے ہے۔ ایسی چیز صحت
کے لیے مہلک ہو اس کا استعمال متفقہ طور پر ممنوع ہے۔

۲۔ یہ ان اشیاء میں سے ہے جن کو ڈاکٹر اور اطباء و مخدرات و اعصاب میں کمزوری اور
سستی پیدا کرنے والی اشیاء میں سے شمار کرتے ہیں اور ایسی اشیاء جو من قبیل مخدرات
ہوں ان کے استعمال کی حدیث شریف میں ممانعت ہے۔ جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ کی روایت
میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و منقر۔

۳۔ اس کی بڑکریہ (گندی) ہوتی ہے۔ جو لوگ اسے استعمال نہیں کرتے انھیں اس کی بو سے سخت اذیت پہنچتی ہے۔ خصوصاً نماز اور دیگر ایسے اجتماعات کے موقع پر لوگوں کی اذیت رسانی کا موجب ہوتا ہے۔ بلکہ فرشتوں کے لیے تکلیف اور ایذا کا باعث بنتا ہے۔

۴۔ اس میں اسراف اور تبذیر ہے کیونکہ اس میں ایک رائی بھر بھی نفع نہیں اور مضرات سے خالی نہیں بلکہ تجربہ کار لوگوں نے اس کے ان گنت نقصانات بیان کیے ہیں۔

۵۔ فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبداللہ بن عبدالرحمان کا فتویٰ۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام نصیحة الانسان عن استعمال الدخان رکھا ہے۔ اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ شریعت کے علاوہ عقل بھی اس بات کی متقاضی ہے کہ تبیا کو استعمال کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ کیونکہ اس سے پرہیز حفظانِ صحت کا موجب ہے اور صحت اللہ تعالیٰ کی ایک انمول اور لاشافی نعمت ہے اور تبیا کو استعمال اس کی کمزوری کا باعث ہے جو ہلاکت کا پیش خیمہ ہے جیسا کہ اہل خرد اور دانایان اس سے آگاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں فرمایا ہے۔
ولا تلقوا بایک یکم الی التھلکۃ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ پھر کتاب و سنت سے کچھ دلائل بیان کیے ہیں اور محققین علماء کے اقوال اور مستند اکابر کی آرا کا ذکر کیا ہے۔

اصل عبارت درج ذیل ہے۔ قال ان من العقل فضلا عن الشرع وجوب اجتناب استعمال الستن حفظا للصحة التي هي من الله اعظم نعمة ومنحة ورفعا للاداعی الضعف الذی هو مقدمہ اہلاک والدما وکما هو معلوم من ذوی العقول السلیمة کیف وقد قال اللہ تعالیٰ ولا تلقوا بایک یکم الی التھلکۃ۔

اب ان نامور اور مشہور علماء کے فتاویٰ سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ تبیا کو استعمال اکلاً وشراباً حرام اور ممنوع ہے بلکہ اس کی تجارت کرنا اور اسے استعمال میں لانے والے کی اعانت کرنا بھی اسی زمرہ میں ہے۔

فقہائے مالکیہ کے نزدیک ایسا شخص جو تبیا کو استعمال کرتا ہو وہ پیش امام ہونے کا اہل نہیں۔ چنانچہ چلہ رابطۃ العالم الاسلامی بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ میں فضیلۃ الشیخ براہیم محمد سرق کا ایک طویل مضمون بعنوان "انقذوا شباب الاسلام من السندخین" طبع ہوا تھا اس میں تبیا کی مضرات سے مفصل بحث کی گئی ہے۔ آخر میں فضیلۃ الشیخ خالد بن احمد مالکی کا فتویٰ

شائع کیا ہے لیکن کتاب کی سہولت سے ”لا“ کا حرف ساقط ہو گیا اور عبارت یوں لکھی گئی۔

بَابُهُ لَا تَجُوزُ إِمَامَةُ مَنْ يَثُوبُ التَّنْبَاكُ وَلَا يَجُوزُ الْإِتْجَارِيَّةُ وَلَا الْبَايَسُكُ

چنانچہ اس سلسلہ میں فضیلۃ الشیخ محمد سعید المامودی رئیس التحریر رابطۃ العالم اسلامی سے رابطہ پیدا کیا گیا اور ان سے بذریعہ مکتوب اس فوری کے متعلق استفسار کیا گیا۔ اس کا جواب انھوں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا

واما ما ذکرتم حول مقال الشیخ ابواہیم محمد سرسق فالحقیقۃ انہ خطأ، مطبعی فی العبارة۔ حیث ان صحتها هی (وقد اضفی الشیخ خالد بن احمد من فقہاء المالکیۃ بانہ لا تجوز امامۃ من یثوب التنباک ولا یجوز الاتجاریۃ ولا البایسک۔ تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مالکیوں کے نزدیک اس کی تجارت بھی حرام ہے اور ایسے شخص کی اقتدا میں نماز پڑھنا بھی ناجائز ہے۔

آخر میں، میں اپنے مسلمان بھائیوں خصوصاً نو نبالان ملت سے اپیل کر دوں گا کہ سکول اور کالج کو جاتے وقت یا واپسی پر یا دوران تعلیم کسی وقت بھی سگریٹ جیسی ہیروین اور فضولیات کا ارتکاب نہ کیجیے۔ اسے ترک کرنے سے آپ کی صحت میں کوئی لگاؤ یا خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ بلکہ آپ کا جسم ایک نہریلی بوٹی کے مہلک اثرات سے محفوظ ہو جائے گا اور وہ دولت جو آپ کے والدین نے خون پسینہ ایک کر کے حاصل کی ہے وہ ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائے گی۔ اگر لاری یا موٹر میں بیٹھ کر آپ کو کھانے پینے کا شوق ضرور پورا کرتا ہے تو آپ موجودہ وقت کے پھلوں سے کام و دہن کی لذت کا سامان کریں جو آپ کی صحت کے ضامن ہیں جو اہل جنت کی خوراک ہوں گے جن سے قلب کو فرحت اور دماغ کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس قبض اور فضول عادت سے محفوظ رکھے اور جو اس کے استعمال کے عادی ہو چکے ہیں انھیں ترک کرنے کی توفیق بخشے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

حضرت العلما حافظ عبد اللہ صاحب محدث روپڑی کے علم و تحقیق کا اگر انقدر مجموعہ

”فناوی الحدیث“

تین جلدوں میں مکمل چھپ چکا ہے

قیمت مجلد مکمل ۸۴ روپے

ادارہ احیاء السنۃ النبویہ، ڈی بلاک، سٹارٹ ٹاؤن۔ سرگودھا

تعارفے تبصرہ کا کتبے

مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی صاحب

جلد پنجم (۲۵۶) جلد ششم (۲۷۶)

جلد پنجم - ۳۵ / جلد ششم - ۳۵ /

کل قیمت - ۷۰ روپے

فتاویٰ علمائے حدیث جلد پنجم و ششم

صفحات

قیمت

مکتبہ سعیدیہ - خانپوال - ضلع ملتان

پتہ

پیش آمدہ مسائل کے سلسلے میں لوگوں کو استفسار کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس لیے جب وہ علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ بھی ان کو مناسب جواب ضرور دیتے رہتے ہیں۔ کچھ استفعاؤں اور فتوے زبانی کلامی ہوتے ہیں، وہ تحریریں عموماً کم آتے ہیں اور جو تحریریں ہوتے ہیں وہ کافی حد تک محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر اب تک جاری ہے اور اب تک جاری رہے گا۔ کاش اہل قلم فضلاء ایک ایسی دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) بھی مرتب کر پاتے جو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر اب تک جاری کردہ فتووں اور منقیدوں کے تعارف پر مشتمل ہوتی۔ ہمیں یقین ہے کہ دنیا میں اب تک جتنی بڑی دائرۃ المعارفیں مرتب کی گئی ہیں، یہ ان سے کچھ کم نہ ہوتی اور یہ ایک علمی اور تاریخی سرمایہ ہوتا، جس سے آنے والی نسلیں استفادہ کرتی رہتیں۔ علمائے اسلام کے استنباط، اجتہادی صلاحیتوں اور فکری تخلیقات میں جو برقلموں تنوع ہے، ان کے مطالعہ سے قلب و نگاہ میں بے پناہ وسعت پیدا ہوتی اور ہماری ملی روایات اور علمائے کرام کے فضل و کمال کی عظمت پر روشنی پڑتی۔

ذریعہ کتاب فتاویٰ علمائے حدیث اسی سلسلے کی ایک چھوٹی سی کڑی ہے۔ یعنی پاک ہند کے صرف علمائے حدیث کے فتوؤں کی چھوٹی سی انسائیکلو پیڈیا، گو اس پر اس سلسلے کی حد تک بھی یہ کتاب پوری طرح محیط نہیں ہے، تاہم اس طرف ایک قدم ضرور ہے۔ اگر موصوف چاہیں تو اپنے ناسازگار حالات کے باوجود اس کمر اور کمی کو بھی پورا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پاک و ہند

کی جماعت اہل حدیث کے علماء مولانا موصوف سے تعاون کریں اور خود علامہ سعیدی صاحب تفصیل اور تجسس کے دائرہ کو زیادہ وسیع کرنے کی کوشش کریں۔

جماعت اہل حدیث اس امر کی مدعی ہے کہ دین میں آراء الرجال دین نہیں ہیں، بلکہ ایک ایسا مدار ہیں جو انظار کے بغیر دینی دسترخوان پر لانا جائز نہیں ہے، اس لیے کتاب سنت کے شواہد کا التزام ضروری ہوتا ہے۔ مگر ہم نے محسوس کیا ہے کہ بعض فتاوے ایسے بھی ہیں جو صرف آراء کے آئینہ دار ہیں، وہاں کتاب و سنت سے کوئی شاہد بیان نہیں کیا گیا مگر عاشرہ میں اختصار سے اس کی نشاندہی بھی کر دی جا یا کرے تو کیا ہی اچھا ہو۔

جلد پنجم کتاب المجائز اور جلد ششم کتاب العیام پر مشتمل ہے اور اس سلسلے کے جتنے فتوے موصوف کو ہاتھ لگ سکے ہیں یا جن کو مناسب سمجھا ہے، ان میں جمع کر دیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے سامنے وہ تمام کتابچے اور جرائد نہیں ہوتے جن میں وہ چھپتے ہیں یا چھپ چکے ہیں۔ یہ شکل گزارہ کی ہے محققانہ سروے کی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ چاہیے کہ معروف درگاہوں سے رابطہ قائم رکھیں، وقتاً فوقتاً ان سے جو فتوے جاری کیے جاتے ہیں وہ بھی حاصل کر لیا کریں۔ یہ کام روز روز نہیں ہوتے، خدا جانے پھر اس طرف کوئی توجہ دے یا نہ دے۔ اس لیے تاوقت تحریر اور تسدید جو فتاوے شائع ہو رہے ہیں وہ رہ نہ جائیں۔ اپنی حد تک جو جامعیت ملحوظ ہے اس کا تو اتمام ہوتا رہے۔

علامہ سعیدی مدظلہ العالی نے جو بیڑا اٹھایا ہے، ایک عظیم جہاد ہے اور تنہا فرکی حیثیت سے جن ناسازگار حالات میں وہ اس شمع کو جلانے کا اہتمام کر رہے ہیں وہ کرامت سے کم نہیں ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو اس کا اجر جزیل عنایت فرمائے اور جو مقصد لے کر لکھتے ہیں، اس میں ان کو کامیاب فرمائے۔ آمین۔

(۲)

۱۔ حکایات عزیمت	جناب بدر عالم
صفحات	۹۶
قیمت	۳۰/۳ روپے
۲۔ حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات	جناب آباد شاہ پوری
صفحات	۲۲۴
قیمت	۹/- روپے

۳۔ قانون الہی یا انسانی

اصل حضرت عبدالقادر عودہ شہید، ترجمہ جناب محمد حنیف ایم۔ اے

صفحات

۹۶

قیمت

۹

تینوں کاپیہ

مکتبہ چراغ اسلام۔ ۴۰۔ بی اردو بازار۔ لاہور

یہ تینوں کتابیں، مکتبہ چراغ اسلام کی شائع کردہ ہیں، اس مکتبہ کے مالک حضرت مولانا محمد چراغ گوجرانوالہ کے صاحبزادے ہیں، اہل علم ہیں، پر اب کا دوبارہ پر مائل ہیں۔ ہاں کاروبار بھی ”ہم خرم ہم ثواب“ کا آئینہ دار ہے۔ اس ہم غنیت است۔

پہلی کتاب ”حکایات عزیمت“ میں ان تاریخی واقعات کا بیان ہے جو مکتبہ حق عند سلطان بائزر کے مصداق ہیں اور خوب ہیں، ان کو پڑھنے کے بعد دل پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

دوسری کتاب حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات نامور اہل علم، درویش ادیب بندہ مومن اور ہمارے دیرینہ دوست آباد شاہ پوری کی مرتب کردہ ہے۔ مضمون نام سے ظاہر ہے، اس میں ان مبارک اور بصیرت افروز مکتوبات کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی اور دوسری ان عظیم شخصیات کا تعارف بھی دے دیا گیا ہے جن کا کتاب میں ذکر آ گیا ہے۔ یہ کتاب ان حضرات میں تو بالخصوص تقسیم کی جانی چاہیے جو کسی بھی درجہ میں اقتدار اور حکومت سے وابستہ ہیں۔ شاید اس سے ان کی آنکھیں کھل جائیں اور انھیں اپنی ذمہ داریوں اور خوف آخرت کا احساس ہو جائے اور ایک مسلم کی حیثیت سے ہم سب کے پڑھنے کی بھی چیز ہے تاکہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ ایک مسلم شہری کی حیثیت میں آپ کا کردار کیسا ہونا چاہیے، آنکھیں بند کر کے حکمرانوں کے پیچھے پیچھے دم ہلاتے جانا یا استحقاق حق کے لیے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا؟

تیسری کتاب قانون الہی یا انسانی مصر کی عدلیہ کے عظیم قانون دان اور اخوان المسلمون کے بلیک ہنٹ اور عظیم کی عربی کتاب ”الاسلام میں جہل انباء و عجز علماء“ کا سلیس اور رواں ترجمہ ہے۔ جسے جناب محمد حنیف صاحب ایم اے نے اردو میں منتقل کیا ہے حنیف صاحب پہلے بھی اس سلسلے کی کئی ایک کتابوں اور رسالوں کا کامیاب ترجمہ کر چکے ہیں۔ اس کتاب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ نوع انسان کے دکھوں کی دوا، انسان کے غمزداد مسائل اور قوانین ہیں یا کتاب و سنت، اس میں اسلام اور سیاست، شریعت اور جدید تقاضوں پر کھل کر روشنی ڈالی گئی ہے اسلام اور عالمی قانون کے تقابلی مطالعہ کے ذریعے اسلام کی ہمہ گیری اور اس کی فطری سادگی کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر اس فرد کے لیے ضروری ہے جو عصر حاضر کے جدید تقاضوں کو ملحوظ کرتا ہے لیکن اسلام ان کے سلسلے میں جو رہنمائی مہیا کرتا ہے اس سے بے خبری کی بنا پر وہ پریشان ہو رہا جاتا ہے۔

(۱۳)

مولانا عبدالرحمن کیلانی

اسلام میں ضابطہ تجارت

۱۳۸

صفحات

۵ روپے

قیمت

مکتبۃ السلام، دس پورہ - لاہور

پتہ

لین دین اور کاروبار جس طرح انسان کی بنیادی ضرورت ہے اسی طرح اس سے اس کی دنیوی زندگی اور اخروی حیات بھی متاثر ہوتی اور رنگ پکڑتی ہے۔ اچھے سے اچھی اور برے بین دین سے بری۔ اسلام نے اس سلسلے میں ایک معقول، جامع اور فطری نظام پیش کیا ہے، اگر کوئی شخص اس کو سمجھ لے اور پھر وہ اپنی دنیا اور آخرت کی عافیتوں کی خیر منہ کی فکر کرے تو اس راہ میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آسکتی۔ جسے آپ آج لین دین کہتے ہیں۔ اگر اسے اسلامی نظام کاروبار میں رہ کر انجام دیا جائے تو یہی کاروبار عبادت بھی بن جاتا ہے۔ یعنی ہم خرام ہم نواب ولی بات بن جاتی ہے۔

لوگوں نے اسلامی نظام تجارت کو گھاٹے اور دقیا نوسی کاروبار کی ایک بے ذوق شکل تصور کر لیا ہے۔ حالانکہ اس کو اپنانے کے بعد انسان کو دنیوی، اخلاقی اور اخروی اعتبار سے سرفرازی، طمانیت اور طہارت کی جو بیکراں دولت ہاتھ آجاتی ہے اس کا اندازہ وہ بحالات موجودہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ ع

ذوق این بادہ ندانی بخشد تا نابخشی

اسلام کا نظام تجارت یہ نہیں کہتا کہ تم خود کچھ نہ کرو بلکہ اس کا اس امر پر اصرار ہے کہ اپنے نفع کے ساتھ گاہک یا دکاندار کی جائز منفعات کا بھی احساس کیا جائے۔ معاملہ میں علی ظرف، شرافت پاکیزگی، سچائی اور دیانتداری جیسی اقدار کو بھی ضرور ملحوظ رکھا جائے! اگر اس کا نام بے ذوقی ہے تو پھر چشم مارویشن دل ما شاد!

زیر تبصرہ کتاب اسی پس منظر کے تحت تالیف کی گئی ہے اور اس سلسلے کی آیات اور احادیث کو سلیقہ سے مرتب کر کے پیش کیا جا رہا ہے، تاکہ جو صاحب، اسلام کے مطابق کی نا اور کھانا چاہتے ہیں وہ اس سے استفادہ کر سکیں۔ مؤلف موصوف نے اپنے ناسازگار حالات کے باوجود اس سلسلے میں جو محنت کی ہے، اس کی ان کو داؤدینا حد درجہ کا بے انصافی ہے۔ خود عرضی اور اثنا کے مظاہر

پاک کاروبار، کسب حلال اور کسب حرام، جائز اور ناجائز آمدنی کے ذرائع، سود، بیمہ، عالمی بانڈ وغیرہ اندوزی، اقسام تجارت، باپ تول کے سپانے، قرض، رہن، دیوالیہ، عمارت، امانت ضمانت، اموال تجارت اور کواۃ جیسے دقیق مباحث کو نہایت عمیق و نہایت عمیق زبان میں پیش کر کے موصوف نے ملک و ملت اور دین کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قرآن و حدیث کی ان مشغلوں سے آپ کے قلب و نگاہ اور دنیا و آخرت کے گھر و دے بھی روشن ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

اپنے موضوعات اور مباحث کے اعتبار سے کتاب کا نام "مبصرہ" کے متعلق کتاب و سنت کی چند اہم تعلیمات "انجیل"۔

مولانا قاری محمد طیب دیوبندی مدظلہ العالی

۴ - فلسفہ نماز

۱۶۰

صفحات

۲/۵۰ روپے

قیمت

ادارہ اسلامیات ۱۹۰/انارکلی لاہور

پتہ

قاری صاحب موصوف کی یہ ایک تقریر ہے جو خیر المدارس (ملتان) کے سالانہ جلسہ میں کی گئی تھی۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب متکلم طرز کے اہل علم ہیں جو بات کرنے اور اسے دل میں اتار دینے کا خاص سلیقہ رکھتے ہیں، نماز جیسے خشک موضوع کو اپنے خصوصی رنگ میں بیان کر کے موصوف نے نماز کو "تذوق عزیز" بنا دیا ہے۔

مسائل کے سلسلے میں ان کا پس منظر، حکمت اور فلسفہ پیش کرنا ان لوگوں کے لیے تو بانیوں مفید ہوتا ہے جو ان حکمتوں کو سمجھنے کے لیے بے چین ہیں، اگر ان کی یکسر اور کمی پوری کر دی جائے تو وہ ان مسائل کے حامل بن جائیں۔ لیکن ہم نے جو مشاہدہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اسلامی قوانین کے سلسلے میں جو کوتاہی کارفرما ہے، اس کے محرک یہ اندھیرے نہیں ہیں بلکہ خدا سے بے تعلق اور بے عملی ہے، نفس و طاغوت کی ڈیسی ہڈی دنیا "شر بہ ہمار" کے طرز پر جیسے پر جان چھڑک رہی ہے، اس کی روانہ فوس قدسیہ کی محبتیں، اسلامی حکومت کے پیرے، منہزہ فضائیں اور صالح قیادت ہے۔ اس کے بغیر صرف ایک فلسفی کی حیثیت سے ایسی نماز کا احیا جس سے پاک فرائی پیدا ہونے لگی ہے، ویسے بھی اسلام کے ہر حکم کے لیے ایک فلسفہ کی دریافت اس قلب و نگاہ کو بالکل کاروباری بنا دے گا۔ جن کو صرف خدا جوئی اور خدا یابی کے جذبہ کی سرشاری کا نشین ہونا چاہیے تھا۔ گو ہم سب اس مرض میں مبتلا ہیں کہ دنیا کو یہ بات ذہن نشین کرانے پر مصر ہیں کہ اس سے فلاں فلاں

دنیوی فائدے پر آمادہ ہوں گے، جب وہ انہی فوائد کو کسی اور طریقے سے آزادانہ طور پر حاصل کر سکتا ہے تو اسے نماز و روزہ کی تیو و رسوم کی سرمدی اختیار کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہونے لگے گی۔ بھئی! اصل ضرورت، اسلام کی ہے یعنی تسلیم و رضا کی راہ پر ڈالنے کی، عقل و خرد سے ہٹ کر جاں سپاری کی کائنات سب سے زالی کائنات ہے، دنیا کو اس کا شوگر بنا کر دیکھیے! شاید ہمارے حال پر اللہ میاں کی طرف سے نگاہ کرم ہو جائے، باقی رہی عقل عیار کی بے پیمانی؟ وہ جہاں بھی پہنچیں گے، وہاں ہی ایک نیا سوال پیدا کر دے گی، عقل عیار ہے، سو بھییں بدل لیتی ہے۔ اس کو بھلا نا آسان نہیں ہے۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسان عقل
اے بے خبر جزا کی تنہا بھی چھوڑے
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑے

اصل علاج مشاہدہ ہے۔ نماز کو مسنون نماز پڑھے بغیر وہ طہنیت حاصل نہیں ہو سکتی جو فلسفہ کی کوکھ سے نکال کر اسے پیش کی جا رہی ہے، اگر نمازی، چلتی پھرتی نماز بن جائے تو اسے پتہ چل سکے گا کہ نماز کو مومن کی معراج کیوں کہا گیا ہے۔ یہاں پہنچ کر آپ سو آوازیں دیں گے تو وہ پھر ملٹ کر بھی نہ دیکھے گا، باقی رہی فلسفہ کی زبان، اگر اس سے بھی کوئی زیادہ زبان آور آگیا تو پچھلا کیا کرایا ضائع ہو جائے گا۔ غرض یہ ہے کہ اسے سمجھائیے! مگر زبان سے زیادہ عمل کی کڑا ہاتھ بہر حال کتاب کا انداز حکیمانہ اور حد درجہ دلاویز ہے۔ (ج-ز)

مجموعہ سائل

از مولانا ملک عبدالغفریہ صاحب مناظر ملتانی (مرحوم)

- ۱۔ فیصلہ قاتلان حسین
- ۲۔ فیصلہ باغ خاک
- ۳۔ فیصلہ حدیث قرطاس
- ۴۔ فیصلہ نکاح ام کلثومؓ
- ۵۔ اتہام جنازہ خیر الانامؓ
- ۶۔ البرہان المعقول فی تریخ نبات الرسولؐ
- ۷۔ خلافت صادقہ
- ۸۔ فضائل خلفاء صادقین

کافی مدت نایاب رہنے کے بعد چھپ کر تیار ہوئی ہے۔

صفحات : ۲۴۰ قیمت : ۱۲ روپے پہلی فرصت میں منگوائیے

فاروقی ناشران تاجران کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان

✽ عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں — لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر اقبام و تفہیم امت کے لیے رحمت کا باعث ہے ۔

✽ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار ، انسانی ارتقا کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں — لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حامدین کو دقیانوس بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے ۔

✽ غیر مذاہب کے بارے میں معاذانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے — لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا ، حمتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے ۔

✽ تبلیغِ دین اور نشر و اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے — لیکن حرام و حلال کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے ۔

✽ آئین و سیاست سے یگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے — لیکن

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

✽ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے — لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عینِ جہاد ہے ۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

محدث

کا مطالعہ فرمائیے ۔ آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے ۔
انشاء اللہ ۔ کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرز فکر کے حامل ہوتے ہیں ۔